یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی
قصر دیوبند میں زلزلہ
صاعقۃ الرضا علی
اعداء المصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم
المعروف
مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں
ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم و حواس کے آئینے میں
خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عبدالوہاب خان قادری رضوی مدظلہ العالی
از

شرفِ انتساب

فقیر اپنی اس ناچیز تالیف کو اپنے مرشدِ کریم فقیہ اعظم فرید الدوراں قطبِ زماں دستگیرِ بیکساں سیدی وسندی ومرشدی علامہ مولانا آلِ رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں المعروف مفتیِ اعظمِ ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے نامِ نامی واسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہے جن کے فیضانِ کرم نے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو قعرِ ضلالت وگمراہی سے نکال کر ہدایت ونجات کی راہ پر لگادیا اور ساغرِ ایمان وعرفان عطا فرمایا۔

شاہا چہ عجب گر بنوازند گدارا

سگِ بارگاہِ رضا ابو الرضا

محمد عبد الوہّاب خاں القادری الرضوی غفرلہ

اللھم صل وسلم وبارك علی سیدنا ومولنا محمد معدن الجود والکرم والہ العظام واصحابہ الکرام اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

شفیع ، مطاع ، نبی کریم
قسیم ، جسیم ، نسیم ، وسیم

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ والہ

؎ چہ غم دیوار امت را کہ دار چون تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان

سبحان اللہ ! کیسے مبارک وہ نفوس ہیں جن کے قلوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر آن ان کی محبت ان کے دلوں میں موجود اور ان کی مدح سرائی اور ثناء خوانی میں فخر محسوس کرتے ہیں، کہتے ہیں :

؎ قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں جائے وہ جاں اللہ والی ہے

یقیناً یہی لوگ سچے مومن پکے مسلمان ہیں ان لوگوں کی اگر کسی سے محبت ہے تو اللہ کے لئے اور اگر عداوت ہے تو اللہ ہی کے لئے ہے ۔ ان کی جدوجہد کا مقصود اللہ عزوجل کی کبریائی اور

محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت کی حفاظت کرنا اور پہرہ دینا ہے اگر کسی نے بھی اللہ اور اسکے رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس کے خلاف کوئی بات کی اسی سے ان کی عداوت ہے۔ معاندین اسلام نے ان حضرات کو "بریلوی" کے نام سے موسوم کیا۔ ان دشمنان دین واعدائے مسلمین کے مذہب نامہذب کی اساس ہی توہین رسالت اور محبوبان اللہ عزوجل کی شان مبارک میں گستاخی ہے جن کو سارے مسلمان، دیوبندی وہابی کے نام سے جانتے ہیں۔ برصغیر (ہندوپاک) میں ان وہابیہ دیابند کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویت الایمان" میں لکھ دیا ہے کہ:

" یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

(تقویت الایمان۔ صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور)

دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا مولوی اسمٰعیل "چمار" کو مخلوق نہیں سمجھتا؟ چمار مخلوق میں داخل ہے پھر یہ کہدینا کہ معاذاللہ ہزار بار معاذاللہ کہ انبیاء مرسلین بلکہ ملائکہ مقربین علیھم الصلوٰۃ والتسلیم جو مخلوق میں بڑے (عزت والے) ہیں ان پر چمار کو ترجیح دینا اور چمار سے زیادہ ذلیل بتانا کون سی مسلمانی ہے۔ اللہ عزوجل تو قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وللّٰه العزة ولرسوله وللمؤ منين ولكن المنفقين لا يعلمون ○

"یعنی اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور
مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقین نہیں جانتے۔"

(سورہ منٰفقون، آیت ۸، پارہ ۲۸)

مسلمان غور فرمائیں کہ اللہ عزوجل، رسول اور مسلمان کو عزت والا فرما رہا ہے اور مولوی اس کے خلاف بڑی مخلوق انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین و عباداللہ الصالحین سب کو معاذاللہ چمار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے۔ دیوبندیوں کے غوث اعظم، قطب ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی اس کتاب "تقویت الایمان" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کتاب "تقویت الایمان" نہایت عمدہ
کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب
ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور
احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل
کرنا عین اسلام ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل، صفحہ ۴۱)

عزیزان گرامی! مذکورہ عبارات قرآن حکیم اور تقویت الایمان بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ کیا تقویت الایمان، قرآن کریم کا رد بلیغ نہیں؟ معلوم ہوا کہ تقویت الایمان اصل میں "تفویت الایمان" یعنی ایمان کو فوت کرنے والی کتاب ہے جسکو سارے وہابی مقلد جیسے کہ

دیوبندی وغیرہ۔ غیر مقلد اہلحدیث وغیرہ کتاب "تقویت الایمان" کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ کتاب تمام وہابیہ کے مذاہب کی پہچان ہے۔ مولوی عبید اللہ سندھی جو اہلحدیث (غیر مقلد) ہیں لکھتے ہیں:

" مولانا اسمٰعیل شہید نے اپنی عربی کتاب ردالاشراک کا ترجمہ " تقویت الایمان " کے نام سے کیا۔ یہ کتاب اگر پانچ سو برس پہلے لکھی جاتی تو ہندوستانی مسلمان دنیا کے مسلمانوں سے بہت آگے بڑھ جاتا۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۹۸)

جب محبوبان اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی اور اللہ سبوح و قدوس پر امکان کذب کے فتنے برپا ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان تمام فرقہائے باطلہ کی سرکوبی کے لئے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرزمین بریلی شریف میں پیدا فرمایا جس نے مسلمانوں کو اخوت و محبت کا جام پلایا اور اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام محبوبان اللہ عزوجل کی عظمت کا ڈنکا بجایا اور گمراہ گروں کے مکروفریب سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ان کے مکائد اور منافقانہ افکار سے نقاب اٹھایا اور حضور اکرم سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام لوگوں خواہ ماں باپ ہوں یا اولاد و اصحاب بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت کا درس دیا اور جان کو ان پر قربان کرنے کی دلوں میں

آرزو پیدا کی، فرماتے ہیں:

ع کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

غور فرمائیے! جس کے قلب میں اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتنی عظیم محبت ہو اس کے عشق کا عالم کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین کو بھی آپ کے عشق کی داد دینا پڑی۔

جس کی محبت کا یہ عالم ہو وہ بھلا اپنے محبوب کی شان اقدس میں گستاخی تو کیا استخفاف بھی گوارا نہیں کرسکتا۔ وہ اللہ سبوح وقدوس کی ذات پاک پر امکان کذب کا گھناؤنا حملہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت کیسے گوارا کرسکتا ہے۔ وہ ان گستاخان زماں کی سرکوبی کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ اس کا گفتار و کردار دشمنان دین، گستاخان سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سروں پر بجلی بن کر گرتا رہا۔ کما قال:

ع کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ اللہ سبوح وقدوس کی کبریائی اور اسکے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصطفائی کے گرد پہرہ دیتا رہا اور مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کرتا رہا۔

گاندھی کی آندھی اور کانگریس کے کید نے، جبکہ علماء دیوبند، اس کے ساتھ تھے کیسا ظلم ڈھایا۔ مسلمانوں کی تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس حال زار کو دیکھ کر امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تڑپ جاتے ہیں اور مسلمانوں کو یوں رہبری فرماتے ہیں:

" لاینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ انھیں اپنا انصار بناؤ۔ ان کے گہرے یار غار ہو جاؤ۔ ان کی طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھراؤ۔ ان کی جے پکارو۔ ان کی حمد کے نعرے مارو۔ انھیں مساجد مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر مسند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جاکر مسلمانوں سے اونچا اٹھاکر واعظ وہادی مسلمین بناؤ۔ ان کا مردار جیفہ اٹھاؤ۔ کندھے پر ٹکٹکی (لاش) زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ۔ مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ ان کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اعلان کراؤ۔ ان کی موت پر بازار بند کرو۔ سوگ مناؤ۔ ان سے اپنے ماتھے پر قشقے (تلک) لگواؤ۔ ان کی خوشی کو شعار اسلام (گائے کی قربانی) بند کراؤ۔ گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھراؤ۔ کھانے

والوں کو کمینہ بتاؤ۔ اسے مثل سؤر کے گناؤ۔ خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔ واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ۔ اسے معاذاللہ رام یعنی ہرشے میں حلول کئے ہوا ٹھراؤ۔ قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ۔ دونوں کی پوجا کراؤ۔ ان کے سرغنہ (گاندھی) کو کہو خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے یوں معنی نبوت جماؤ۔ اللہ عزوجل نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی تو فرمایا:

انما انت مذکر "تم تو نہیں مگر مذکر۔"

اور خدا نے مذکر بناکر بھیجا ہے۔ اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ ہاں بچایا۔ اسے یوں دکھایا۔ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور امام و پیشواء و بجائے مہدی موعود صاف کہہ دیا بلکہ اس کی حمد میں یہاں تک اونچے اڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔" صاف کہہ دیا کہ: "اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا۔" صاف کہدیا کہ "ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز

اٹھا دیگا۔" صاف کہدیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھرائے گا۔"
صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی ۔ کیا آیتہ کریمہ لاینھٰکم میں ان ملعونات و کفریات کی اجازت دی تھی۔"
(المحجتہ المؤتمنہ، ص ۵۴)

امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات میں کیسا دردو کرب ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کے لئے بے چین و مضطرب نظر آتے ہیں۔ وہ ساری عمر دشمنان دین و اعدائے مسلمین سے قلمی جہاد کرتے رہے۔ جہاں کسی فتنے نے سر اٹھایا انھوں نے اپنے قلم برق بار سے اس کا سر اڑایا۔ کسی فتنہ گر نے ان سے مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا۔ جب دشمنان دین متین اور اعدائے مسلمین، امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل و براہین سے پسپا ہو کر روباہ فتنہ انگیز کی مثل دم دبا کر بھاگے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا تو دشنام طرازی اور بہتان تراشی پر کمر بستہ ہو کر مسلمانوں کو دجل و فریب سے بہکایا نت نیا فتنہ اٹھایا اور ہر قسم کا اتہام لگایا۔ کذب وافترا کی یہ تحریک اس وقت سے آج تک جاری ہے۔ ہر کذاب و مفتری اس اکھاڑے کا کھلاڑی ہے۔ ہر نئی تلبیس کا پہلوان پچھلوں پر بھاری ہے۔ جسے دیکھو وہ دیو کا پجاری ہے۔ عمر ساری یونہی گزاری ہے۔

حال ہی میں ایک نئی کتاب کذب وافترا کا ذخیرہ لاجواب دجل وفریب کا اڈتا شباب "مطالعہ بریلویت" ظلمت مآب کسی ڈاکٹر خالد محمود کے علم وفہم کا قلمی شاہکار، کا جستہ جستہ مطالعہ کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مفلس بے علم وفہم کو عبارات نقل کردہ پڑھنے کی بھی صلاحیت نہیں وہ اسکا مفہوم ومطلب کیا جانے۔ بطور نمونہ از خروارے ملاحظہ کیجئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں
مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں اسے فاتحہ کہتے ہیں اولیائے کرام کو جوایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں (پھر اس عبارت پر تبصرہ کرتا ہے) ثواب کا لفظ اس عبارت میں قرآن مجید کے ساتھ ہے یہ ثواب تنہا بھی پہنچتا ہے اور ان کے ہاں کھانے کے ساتھ بھی یعنی قرآن پڑھنے کا یہ ثواب اور کھانا دونوں مرحوم کو پہنچ جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟ یا مسلمان وہی ہوتا ہے جو بریلویوں کے سوا سب

مسلمانوں کو کافر سمجھے۔"

(مطالعہ بریلویت، ص ۲۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مفلس کو عبارت پڑھنے کی بھی لیاقت نہیں اگر پڑھنا جانتا تو ایسی فحش بکواس نہ کرتا۔ اعلیٰحضرت فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مسلمان کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب اگرچہ صرف قرآن شریف پڑھ کر ایصال کیا جائے یا کھانے کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت بھی کی جائے ان کا ثواب مسلمان کو مرنے کے بعد پہنچانا "فاتحہ" کہلاتا ہے۔ مزید براں اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً "نذرونیاز" کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا الخ ۔ بے چارے مفلس کنگال کو "مترادف" اور "مشترک" اور "مقابلے" کی بھی تمیز نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ دیوبندی حضرات کفار و ہنود کو اپنا یار غار بناتے۔ مذہبی مجالس و محافل کی صدارت کے لئے ان کو بلاتے جیسے کہ صدسالہ جشن دارالعلوم دیوبند کے موقع پر اندرا گاندھی کو صدارت کے لئے منتخب فرمایا تو دیوبندی دھرم میں تو کافر کو جو چاہیں کہدیں، مگر مسلمان کافر کو اولئك هم شرالبريه ۝ مخلوق میں بدتر جانتا ہے۔ یہی ڈاکٹر دوسری جگہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عبارت "حلوہ بپزو بصلحا خوراند" کی تشریح کرتا ہے:

"حلوہ پکائے اور صلحا کو کھلائے، یہ نہیں

کہ غرباء کو کھلائے یہ اس لئے کہ حلوہ صلحا کا حق
ہے اس حلقے میں مولانا احمد رضا خاں، حسن میاں،
حافظ خلیل حسن، مولانا حامد رضا خاں، حسنین رضا
خاں صلحا سمجھے جاتے تھے ظاہر ہے کہ ان سے
زیادہ اس حلوے کا حقدار کون ہوگا غریب اور
مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں یہ صرف
صلحا کے لائق ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۴۴)

بے چارہ علم سے کورا فہم سے عاری یہ بھی نہیں جانتا کہ صلحا کس کو کہتے ہیں اس کے نزدیک صلحا بمعنی امراء اور رؤسا ہیں اسی لئے تو کہہ رہا ہے کہ "غریب اور مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں" اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ نادار غرباء و مساکین کو بدکار عاصی جانتا ہے اسے اتنی بھی عقل نہیں کہ صالحین میں کون سے مسلمان داخل ہیں کیا غرباء و مساکین میں صالحین نہیں ہوتے؟ بدیں عقل و دانش بباید گریست۔ سورج کے سامنے چمگادڑ کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کے فیض نور سے محروم ہے:

؎ گر نہ بیند بروز سپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حق تو یہ ہے کہ عالِم کو عالِم ہی جانتا ہے جاہل کیا جانے اگر

اس کو اپنی ڈاکٹر کی ڈگری پر غرور ہے تو اس کے مقابل دوسرے ڈاکٹر صاحبان کی آراء ملاحظہ فرمائیے جن کے حضور یہ ڈاکٹر کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا:

دانشمند ڈاکٹروں کے تاثرات

ڈاکٹر خالد محمود کے لغویات اور کذب وافترا اور علم و فہم کے مقابل زمانے کے معروف چند ڈاکٹروں کے تاثرات ملاحظہ کریں:

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں :۔ ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی۔لٹ، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد پاکستان۔ فرماتے ہیں:

"اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انکے فضل و کمال ذہانت و فطانت طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء یونیورسٹیوں کے اساتذہ محققین مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا وہ کونسا فن جس سے وہ واقف نہیں تھے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۲ بحوالہ ہفت روزہ افق کراچی۔ شمارہ ۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء۔ ص ۱۵)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں جن کی ڈگریاں ڈاکٹر خالد محمود سے زائد اور تجربہ کار دانشور، ان کے حضور ڈاکٹر خالد محمود کیا چیز ہیں۔ جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اس تحریر کو مطالعہ فرمائیں گے اس تحریر کے سامنے ڈاکٹر خالد محمود کو کیا کہیں گے۔

۲۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان :۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، لندن پشاور پاکستان فرماتے ہیں:

"اعلیٰحضرت کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر وجیہ و دقیع ہے ہر جہت میں قدر جامعیت و مانعیت ہے کہ اہل فکرونظر کیلئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں وہ کونسی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کل ہے جسکا ہر جزو اس درجہ وسیع وبسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر و فکر اس ایک ہی جزو کی وسعتوں اور پنہائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۲)

مثل مشہور ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ اسی طرح عالم کو عالم (صاحب علم) ہی جانتا ہے جاہل عالم کو کیا جانے کہ وہ خود کو نہیں پہچانتا۔

۳۔ ڈاکٹر علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی :۔ وائس چانسلر پنجاب

یونیورسٹی لاہور فرماتے ہیں:

"جس طرح احیان عالم میں دین اسلام ہے اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلسنت کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ جب دین کی قدروں کو نیچے گرایا جارہا تھا اس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری آگے بڑھے اور انھوں نے دین کی قدروں کو صحیح مقام پر ثبات بخشا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی امام اہلسنت تھے اس لئے مسلمانوں کو فاضل بریلوی کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۵)

۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ:۔ ایم۔ اے، ڈی۔ لٹ چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور فرماتے ہیں:

"عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر ونظر کا محور قرآن حکیم اور حدیث نبوی ہو وہ ترجمان علم وحکمت نقیب حق وصداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالم دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہو گا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہو گا۔ وہ

بلاشبہ جید عالم بتبحر حکیم عبقری فقیہ صاحب نظر
مفسر عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔"
(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۴)

۵۔ ڈاکٹر وحید اشرف :۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، بڑودہ یونیورسٹی بھارت فرماتے ہیں:

"دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنھوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت ٔ سے ساری دنیا کو مستفیض و متحیر کیا ہے ابن سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی، البیرونی، فارابی، ابن رشد، وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائے گا۔ ان میں کوئی فلسفہ حکمت کا امام ہے کوئی ریاضی و ہیئت کا کوئی فلسفہ اخلاق کا اور فلسفہ یونان کا لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت سرزمین ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ صدی ہی میں اس نے اس دنیا کو الوداع کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی اس سے

عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۱۲)

کیوں ڈاکٹر! کچھ سمجھ میں آیا اگر نہ آیا ہو تو کسی پڑھے لکھے سے ہی سمجھ لیجیے:

۶۔ علامہ عبدالحمید شیخ الجامعۃ النظامیہ حیدر آباد دکن بھارت فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گزرے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ کا مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب و لہجہ ایک حد تک درست ہوا۔ بجا طور پر آپ امام اہلسنت و الجماعت ہیں۔ آپ کی تصانیف علوم کا ایک بحر زخار ہے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۱۴)

ڈاکٹر صاحب بار بار مطالعہ فرمائیں، ہو سکتا ہے کہ سمجھ میں آجائے ورنہ کسی سے سمجھ لیں۔

۷۔ ڈاکٹر ملک زادہ منظور صاحب :۔ ایم ۔ اے ، پی ۔ ایچ ۔ ڈی لکھنؤ یونیورسٹی بھارت فرماتے ہیں :

"مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طرف علمی زہد وتقویٰ اور روحانی تصرفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انھوں نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۔ ص ۱۵)

ملاحظہ فرمائیے کہ شیخ الجامعۃ النظامیہ حیدرآباد علامہ عبدالحمید صاحب اعلیٰحضرت کو سیف الاسلام اور مجاہد اعظم اور اہلسنت کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ فرما رہے ہیں اور ڈاکٹر منظور صاحب اعلیٰحضرت کو مجدد اسلام اور شجر علمی و زہدوتقویٰ کا معیاری نمونہ بتا رہے ہیں ۔ ان حضرات کے علم و دانش کے حضور ڈاکٹر خالد محمود پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے ، اور لیجئے :

۸ ۔ ڈاکٹر محی الدین الوائی جامعہ ازہر قاہرہ مصر فرماتے ہیں :

" پرانا مقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو

چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں "تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی" لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھادیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۲۵)

۹۔ ڈاکٹر سلیم قریشی :۔ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ریڈر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھارت فرماتے ہیں:

"کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگان رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس محبوب زمرے میں ایک مقام عالی رکھتے ہیں ایسا بلند مقام کہ انھیں "حسان الہند" کے مبارک لقب سے یاد کیئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۲۰۔۲۱)

۱۰۔ ڈاکٹر حامد علی خاں :۔ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، ریڈر شعبہ

عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھارت فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ آپ کی زود نویسی برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوب حسن انجام دے کر فضلائے وقت کو انگشت بدنداں کردیا۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۲۱)

ہم نے چھبیس میں سے صرف دس ڈاکٹروں کے تاثرات ایک ہی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں" (مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب) سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے ماسوا دوسری کتابوں سے اہل علم و دانش کے تاثرات نقل کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے ماسوا ان کے علماء عرب و عجم کے مقالہ جات اور افکار و نظریات امام احمد رضا کے متعلق بے حد و بے شمار ہیں جن کی آج تک کوئی تفصیل مکمل منظر عام پر نہ آئی کیا نہ دیکھا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس جس میں علماء و مشائخ جن کی تعداد پانچ ہزار تھی اور سامعین و حاضرین کی تعداد لاکھوں کے سوا وہ سارے کے سارے امام احمد رضا کے ہم مسلک اور ان کو اپنا امام و پیشوا ماننے والے تھے۔

جس کی رکنیت کی شرط میں کہا گیا کہ سنی وہ ہے جو متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دھلوی، حضرت ملک العلماء بحرالعلوم صاحب فرنگی محل، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰحضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب رحمھم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔ علاوہ ازیں سنی کی تعریف سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۹۔ ۲۰ شعبان ۱۳۵۸ھ ۳۔ ۴ اکتوبر ۳۹ء کے اجلاس میں یوں قرار پائی:

"سنی سے مراد وہ حقیقی مسلمان اور قدیم طریقے کا مسلمان ہے جس طریقے پر تمام فقہاء اور اکابر اولیاء حضور سیدنا غوث اعظم و حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش اور حضور خواجہ غریب نواز و حضرت بہاؤالدین نقشبند و سلاطین اسلام میں سے سلطان محمود غازی اور سلطان اورنگ زیب غازی و امثالھا اور قریب زمانے فرنگی محل کے مشاہیر علماء میں سے حضرت ملک العلماء مولانا بحرالعلوم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور حضرت مولانا فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی و اعلیٰحضرت عظیم البرکت

امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مسلک پر قائم رہے۔"

(خطبات ۔ ص ۸۶)

۱۱۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت، علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ انھیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ۔ ص ۹۴۔

مرتبہ مولانا یسین اختر مصباحی ۔ الجامعہ اشرفیہ مبارکپور بھارت)

۱۲۔ ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر ضیاالدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ بھارت، اعلیٰحضرت کے متعلق فرماتے ہیں:

"اپنے ملک میں معقولات کا جب اتنا
بڑا اکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جاکر جو کچھ
سیکھا وقت ضائع کیا۔"

نیز فرماتے ہیں:

"میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے
ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے
حل کے لئے جرمن جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے
دینیات کے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب
نے میری رہنمائی فرما دی اور میں یہاں (بریلی)
حاضر ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس
مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۹)

۱۲۔ ڈاکٹر سید اوصاف علی صاحب ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی رحلت کو کم
و بیش نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرا۔ افسوس
ہے کہ اس قلیل مدت میں ہم نے ایسے باکمال
عالم اور بے مثل شخصیت کو بھلا دیا اسکی سب سے

بڑی وجہ غالباً انکی راسخ الاعتقادی ہے جس کے
آگے کسی مخالف کے افکار کا چراغ نہ جل سکا۔"
(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۵۶)

۱۴۔ پروفیسر عزیز احمد صاحب ھل یونیورسٹی انگلینڈ فرماتے ہیں:
" اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی
کی تصانیف کی کمالات علمیہ اور خدمات دینیہ پر
تحقیقات کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے عوام و
خواص کو صحیح طور پر متعارف کرانا صرف اہلسنت
والجماعت ہی کی خدمت کرنا نہیں بلکہ اصل میں
آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے دیئے ہوئے دین کی اشاعت کرنا
اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مذہب کی نمائندگی کرنا ہے۔"
(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۰۷)

ان عبارات منقولہ سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ اعلیٰحضرت
امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے دیئے ہوئے دین کے سچے محافظ اور ناشر تھے اور امام
اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور حنفی مسلک کے حامی و
محافظ تھے اس کے خلاف ڈاکٹر خالد محمود کا دین جدید (جو صنم خانہ

دیو بند میں پیدا ہوا) کا شاہکار ہے۔

ہم نے صرف چند اہل علم و دانش کی آراء کو نقل کیا جو مزید مطالعہ کرنا چاہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع لائے اس کے ماسوا علماء عرب و عجم جو علم و عرفان کے روشن مینارے ہیں۔ علماء حجاز کے متعلق شیخ الدلائل محمد عبدالحق صاحب مہاجر مکی اپنے تاثرات اس طرح اظہار فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے :-

"مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں ان میں علماء صلحا اتقیا سبھی ہوتے ہیں وہ شہر کی گلی کوچوں میں آتے جاتے رہتے ہیں مگر ان کی جانب کوئی التفات نہیں کرتا لیکن بڑے بڑے علماء آپ (فاضل بریلوی) کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۵۰)

مولانا یسٰین اختر مصباحی شیخ اسمٰعیل بن خلیل مدینہ منورہ کی تقریظ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

" علماء حجاز کی ایک کثیر تعداد نے الدولۃ المکیہ کو اپنی تصدیقات و تقریظات سے نوازا ہے آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ

اتنی معرکتہ آرا کتاب جو ان کے تبحر و وسعت علم
پر شاہد عدل ہے اس کی تالیف صرف ساڑھے آٹھ
گھنٹے میں ہوئی اور صرف دو نشستوں میں ۲۶ ۔ ۲۷
زوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو اختتام پزیر ہو گئی آپ کے اعزاز و
اکرام اور علمائے حجاز و بلاد اسلامیہ کی نظر میں آپ
کی جلالت شان اور علمی رعب و دبدبہ کا اندازہ
اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عرب و عجم کے
جلیل القدر علماء نے الدولۃ المکیہ پر مبسوط و
مفصل تقریظات و تصدیقات لکھی ہیں جن میں
سے چیدہ چیدہ اقتباسات ذیل میں پیش کیے
جاتے ہیں۔" صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۔ رئیس الخطباء والائمہ و المدارس بالمسجد الحرام الشیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ سردار مکہ مکرمہ (فرماتے ہیں):

"میں نے دقت نظر اور نہایت غور و خوض
سے اس رسالے کا مطالعہ کیا اس کے مباحث و
دلائل نہایت مستحکم اور محقق و مدلل ہیں اس کے
بیان سے دل میں وسعت و کشادگی پیدا ہوئی جو
علامہ عقیل ذکی بلند ہمت اپنے زمانے کے تمام
مومنوں کا سردار ہے میدان تصنیف جسکی امامت

کی شہادت خود بڑے بڑے معاصرین دے رہے ہیں جو اس رسالے کو غور و فکر سے مطالعہ کریگا وہ کہنے والے کی اس بات کو جھوٹا جانے گا کہ شیخ نے اپنے رسالے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب بالذات اور خالق زمین و آسمان کے برابر مانا۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ ص ۱۴۵)

۲۔ مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج مکہ مکرمہ فرماتے ہیں:

"بے شک وہ امام احمد رضا خاں مشہور علماء کا بادشاہ ہے۔ کسی تجربہ کار نے بہت ٹھیک کہا ہے اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ میں نے اس رسالے میں اپنی نظر دوڑائی تو دیکھا کہ اس میں اسرار معانی جھلک رہے ہیں بیشک اس رسالے کا مصنف کھری بات لایا اور اس نے رشد و ہدایت کا راستہ واضح کر دیا۔ ہر جمع کرنے والا مؤلف نہیں ہوتا اور ادھر ادھر سے بہت سی نقلیں لانے والا مصنف نہیں ہوتا یہ تو عطائیں ہیں کہ مولائے کریم جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور اسے

اولیٰ بنا دیتا ہے۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ ص ۱۵۵)

۳۔ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبھانی فرماتے ہیں:

" میں نے اس (الدولتہ المکیہ) کا شروع سے آخر تک مطالعہ کیا اور نہایت مفید اور نفع بخش پایا اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک علامہ کبیر اور امام اکبر کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں اللہ اس رسالے کے مصنف سے راضی رہے اور اسے اپنی عنایتوں سے راضی کرے اور ان کی تمام نیک و پاکیزہ امیدوں کو برلائے آمین۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ ص ۱۵۶)

۴۔ حضرت مفتی حنابلہ شیخ عبداللہ بن حمید مکہ مکرمہ فرماتے ہیں:

" میں نے یہ رسالہ دیکھا جسے ہر سردار نے قبول کیا اس کے دلائل یقینیہ کے آفتابوں نے ہر تاریکی دور کردی۔ اس کی ہدایت کے نور اس امت پر چمکے تو اس رسالے پر یہ قول صادق آیا:

ص ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم
بھن فلول من قراع الکتائب

۵۔ شیخ العلماء مفتی شافعیہ محمد سعید بن محمد بابصیل مکہ مکرمہ

فرماتے ہیں:

" فاضل کامل سیدی احمد رضا خاں کے
رسالہ مسمیٰ بہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا
مطالعہ کیا میرے نزدیک اس رسالہ کی تین وجوہ
سے بڑی حیثیت ہے:

اول: یہ کہ وہ علوم شریعت کے اصول و فروع میں نہایت
محقق و مدقق ہیں اور جس سمت رخ کریں ادھر
کے سردار ہیں۔

دوم: یہ تصنیف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن
و تعظیم و آداب میں بے مثال ہے۔

سوم: یہ کہ اسے زمانہ حج میں نہایت قلیل مدت میں لکھا گیا۔

یہ رسالہ علمائے حرمین کے نزدیک بہت
مقبول ہوا اور تمام علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں
آپ کی خوب تائید و تحسین کی پھر بھی یہ مصنف
کی قدر و منزلت سے کم ہے۔"

(ایضاً۔ ص ۱۵۰)

۶۔ مفتی مالکیہ شیخ احمد الجزائری بن سید احمد المدنی مدینہ منورہ
ارشاد فرماتے ہیں:۔

" علامہ زمان یکتائے روزگار سر چشمہ

معرفت سید عدنان کی نظروں کے مرکز حضرت
مولانا شیخ احمد رضا خاں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر کو
دراز فرمائے، ہر صاحب توفیق سمجھدار ان سے نفع
اندوز اور ہر گنہگار و بدکار اور مفتری لرزہ
براندام ہوگا۔"

(ایضاً۔ ص ۱۵۰)

۷۔ حضرت مولانا سید حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی مدینہ طیبہ ارشاد فرماتے ہیں:

"بعد حمد و نعت جب اللہ تعالیٰ نے اپنے
اس حقیر بندے پر یہ احسان فرمایا کہ میں ان کے
آستانہ سے شرفیاب ہوا جو علامہ کامل فہامہ
شہیر حامی ملت محمدیہ طاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ سیدی
واستاذی حضرت مولانا احمد رضا خاں ہیں۔"

(ایضاً ص ۱۵۰)

۸۔ حضرت مولانا مفتی مالکیہ شیخ احمد علوی بن سید احمد یافتیہ حسین علوی مدینہ منورہ فرماتے ہیں:

"تمام فاضلوں سے افضل عاقلوں سے
زیادہ دانشمند فخر السلف قدوۃ الخلف حضرت احمد
رضا خاں بریلوی، اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف و

مہربانی سے ان کے ساتھ معاملہ کرے۔"

(ایضاً۔ ص ۱۵۷)

۹۔ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن حنفی مدرس جامع ازہر قاہرہ مصر فرماتے ہیں:

"مجھے اپنی عمر کی قسم مصنف نے رسالے میں کافی دلائل ذکر کر دیئے ہیں اور حاسدوں کے لئے طویل عبارتیں بھی ناکافی ہوتی ہیں۔"

(ایضاً۔ ص ۱۵۸)

۱۰۔ حضرت مولانا شیخ عبداللہ حنبلی نابلسی مسجد نبوی فرماتے ہیں:

"وہ نادر روزگار اس وقت اور زمانے کا نور، عالم با عمل بلند ہمت فاضل مسائل اور مشکل احکام کی تنقیح کرنے والا اور دلائل و براہین سے ان کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے والا معزز مشائخ اور فضلاء کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا قاضی القضاۃ شیخ احمد رضا خاں خدا ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے اور ہم اور سارے مسلمانوں پر ان کا فیض جاری و ساری رکھے آمین۔"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ ص ۱۵۸)

ملاحظہ فرمائیے! یہ حضرات علمائے اعلام مفتیان کرام جو علم و

عرفان کے بحرذخار ہیں وہ جنہوں نے امام احمدرضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے وقت کا امام و مقتدا علوم و فنون کا جامع فیوض و برکات کا سرچشمہ اسلام کا حامی و ناصر دین اور مسلمانوں کا خیرخواہ و محسن اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ مذکورۂ بالا حضرات کے علاوہ دیگر علماء دین و متین مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ و غیرہم کی طویل فہرست ہے جنھوں نے امام احمد رضا خاں کو علامہ عقیل ذکی فہیم بلند ہمت سردارزمان علامہ دوران داعی رشد و ہدایت علامہ کبیر امام اکبر محقق و مدقق فخرالسلف قدوۃ الخلف وغیرہ خطابات سے نوازا۔ یہ آسمان علم و عرفان کے روشن ستارے ان کے علم و فہم کے مقابل ڈاکٹر خالد محمود اینڈ پارٹی کی حیثیت کا اندازہ لگائیے پھر معاذاللہ ڈاکٹر خالد محمود کی تصدیق کیجے تو تمام علمائے اعلام اساطین اسلام کی تکذیب و انکار کیجئے لاجرم کہنا پڑے گا کہ ڈاکٹر کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہے جس کا نمونہ ہم پیش بھی کر آئے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الواحد الاحد القھار ، القوی العزیز المنتقم الجبار، المتعال بصفات الکمال والجلال ، المنزہ عن قول اھل الکفر والطغیان والضلال ، والذی لیس لہ ضد ولا ندو لامثال ، ثم الصلوٰۃ والسلام علی افضل العٰلمین ، خاتم الانبیاء والمرسلین ، رحمۃ للعٰلمین ، سیدنا وسندنا ومولنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

خسف القمر بجمالہ　　عجز البشر بکمالہ

نطق الحجر بجلالہ　　صلوا علیہ وسلموا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاہد دین جان ایمان

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمت حق لطف یزدان

وقال تعالیٰ : ان سعیکم لشتیٰ ○ " بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔"

وقال تعالیٰ : فی مقام اخر فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ○ " ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں۔"

سبب ہے اختلاف عقائد یعنی ایمان و کفر کا۔

آہ ! کتنا خطرناک تھا وہ زمانہ جس میں کفر والحاد کی آندھی کا شور بے دینی اور گمراہی کے طوفان کا زور تھا متعدد فرق باطلہ جنم لے

چکے تھے۔ بدنام زمانہ ریفارمر اور مصلح نام نہاد مفکر اسلام مولویوں کا جم غفیر تھا۔ عامۃ الناس تو کس گنتی و شمار میں خواص اہل علم، حق و باطل کے امتیاز میں فکر مند و پریشان تھے۔ نیچری، چکڑالوی، قادیانی، رافضی، دیوبندی، غیر مقلد (وہابی) اور گاندھوی وغیرہ طرح طرح کی بولیاں بولتے راگ الاپتے کوئی کہتا کہ جنت و دوزخ، جزا و سزا اور وحی ربانی کوئی چیز نہیں۔ جبرائیل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ کوئی کہتا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اتنی بڑائی ہے کہ وہ خدا کے ایلچی ہیں اور ہم ایلچی نہیں۔ کوئی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کرتا اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا۔ کوئی اللہ عزوجل کے علم قدیم کو حادث بتاتا اور کہتا کہ جب چاہے دریافت کرلے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے اور کہتا کہ تمام اولیاء اور انبیاء، اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں اور کہتا ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی یا ملائکہ) اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ کوئی کہتا خدا کا جھوٹ ممکن ہے اور کہتا کہ علم محیط زمین شیطان کے لئے نص سے ثابت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ کوئی کہتا آیت خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی نہیں اور کہتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ کوئی کہتا پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم

کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علوم غیبیہ ہیں یا کل ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ۔ ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے اور کلی عقلاً و نقلاً محال ہے ۔ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو ہر عامی اور غادی بلکہ بچہ و پاگل بلکہ تمام حیوانات کی طرح بتایا ۔ مزید برآں ہندوؤں سے دوستی و محبت کرنا گاندھی کو اپنا امام بنانا اس کی جے پکارنا اور اس کو مذکر بتانا اور کہنا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا ۔ ہندوؤں کی محبت میں اپنی پیشانی پر قشقے لگوانا اور گائے کی قربانی بند کرانا ، گائے کا گوشت کھانا گناہ بتانا ، خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی کہنا اور خدا کو رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا کہنا ، قرآن و رمائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جانا ، دونوں کی پوجا کرانا وغیرہ وغیرہ کفریات اور الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں ۔ اللہ عزوجل نے ان سرکش ظالموں کی سرکوبی کے لئے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بریلی شریف میں پیدا فرمایا ۔ انہوں نے بیک نوک قلم تمام گمراہوں اور بے دینیوں اور کفر و الحاد کے مقابل ایک اسلامی محاذ قائم فرمایا اور کوئی فتنہ ایسا نہ تھا جس کی سرکوبی نہ فرمائی ہو جو منافق مسلمان بن کر آتا اور کفر و الحاد کی جانب مسلمانوں کو لے جاتا ان کو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کی مار

سے ایسا برہنہ کردیا کہ ان کی منافقت اور کفروالحاد صاف ظاہر ہوگئے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل و براہین کا مقابلہ کرنے کی ان میں سکت باقی نہ رہی ۔ راہ فرار اختیار کی ۔لاچار دشنام طرازی اور بہتان تراشی پر کمر بستہ ہوگئے ۔ مگر بحمدہ تعالیٰ کامیاب نہ ہوسکے منہ کالا تھا اور زیادہ کالا ہوگیا مگر پھر بھی کذب و افترا اور اتہام و بہتان سے باز نہ آئے ۔

ابھی حال ہی میں کتاب " مطالعہ بریلویت " کسی ڈاکٹر خالد محمود کے علم و دانش کا شاہکار عالم وجود میں آئی ۔ ہم اس کا مختصر آپریشن بطور نمونہ از خروارے کرتے ہیں تاکہ مصنف کی کیادی اور افترا پردازی ظاہر ہو جائے مقصود اس کا مستقل رد کرنا نہیں اور نہ فقیر کے پاس اتنا وقت کہ بالا استعیاب اس کا مطالعہ بھی کرسکے چہ جائیکہ اس کی ناپاک تحریروں کے تجزیہ پر خامہ فرسائی کرے ۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو شیطان لعین کے مکائد سے بچائے اور اس رسالہ مسمیٰ " ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم و حواس کے آئینہ میں " کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے لئے رشدو ہدایت کا ذریعہ بنائے ۔ آمین آمین بجاہ نبیك الكريم صلى الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

ڈاکٹر خالد محمود اپنی کتاب "مطالعہ بریلویت" کے آئینے میں

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

"بانس بریلی ہندوستان کے ایک صوبہ یوپی کا ایک شہر ہے جہاں مولانا احمد رضا خاں پیدا ہوئے انہوں نے ایک مذہب ترتیب دیا اور اپنے پیروؤں کو اس پر چلنے کی وصیت کی "میرا دین مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۱۹)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

"جس شخص نے ایک نیا مذہب بنا رکھا ہو اور لوگوں کو برملا کہے میرے دین و مذہب پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۰)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

" ان الدین عند اللہ الاسلام " (آل عمران: ۱۹)

"بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔"

اس کے علاوہ جو دین بھی ترتیب دیا جائے وہ کفر ہی ہوگا کیونکہ دین دو ہی ہیں ایک اسلام اور دوسرا کفر۔ معاذاللہ ڈاکٹر نے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر ہی نہیں بلکہ کافر گر کہا۔ جن کے دین و مذہب کی شہادت علماء عرب و عجم دے رہے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ذکر ہوا۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ ڈاکٹر تمام علمائے اسلام جو عرب و عجم میں اس وقت سے آج تک ہیں سب کو کافر اور کفر کی پیروی کرنے والا (معاذاللہ معاذاللہ استغفراللہ) کافر گر کی حمایت کرنیوالا اور ان کے مناقب اور محاسن بیان کرنے والا بتایا اور دور کیوں جاتے ہو تمہارے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ:

"اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملتا تو پڑھ لیتا۔"

(اسوہ اکابر۔ ص ۱۸)

ڈاکٹر کیا فتویٰ لگاتے ہو اپنے حکیم الامت پر؟ وہ تو اعلیٰحضرت کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تمنا کرتے رہے اور ظاہر ہے جو کافر کو مسلمان جانے وہ خود کافر ہے۔ اگر جانتے نہ ہو تو اپنے ناظم تعلیمات دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی کتاب "اشد العذاب" کا مطالعہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

"جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے،
اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔"

(اشد العذاب ۔ ص ۲)

پس آپ کی اس عبارت سے آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کافر ہوئے یا نہیں ؟

میرا دین

ڈاکٹر صاحب وصایا شریف کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے !
اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

" حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

یہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہی تو ہے :

" (کما قال تعالیٰ) ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فاولئك يدخلون الجنة يرزقون فيها بغير حساب ○ (المومن ۔ ۴۰)

یعنی اور جو اچھا کام کرے خواہ مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے ، وہاں بے گنتی رزق پائیں گے ۔"

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو " میرا دین و مذہب " سے پہلے ہی یہ فرمایا کہ : " حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو " یہ من عمل صالحا پر عمل کرنے کی وصیت ہے کیونکہ اچھے کام اتباع شریعت ہیں اور وھو مومن " اور ہو مسلمان " دین پر مضبوطی سے قائم ہونے کی تاکید ہے اور مسلمان وہی ہے جو دین پر مضبوطی سے قائم ہے و لہٰذا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت میں من عمل صالحا اور وھو مومن کی تعمیل کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ص دیو کے بندوں پر ارشاد خداوندی
شاق گزرتے ہیں اور راس نہیں آتے

ڈاکٹر صاحب ! آپ کے نزدیک "میرا دین" کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ نیا دین ترتیب دیا تو جب آپ سے قبر میں فرشتے سوال کریں گے کہ تیرا دین کیا ہے ؟ تو تم تو یہ کہدو گے کہ میرا دین نہیں تمھارا دین ، تو تم نے اپنے ترتیب شدہ دین جدید سے خود کو بچا لیا مگر فرشتے جو کہہ رہے ہیں کہ " تیرا دین کیا ہے ؟ " ان فرشتوں کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے ؟

اگر بالفرض فرشتے آپ کے فتوے کی زد میں آ بھی گئے کہ تم ایسے جری ہو کہ تمھارے نزدیک انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ تمھارے امام نافرجام نے صاف کہدیا کہ:

" ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان

کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۲۷)

تمہارے نزدیک اس کی امامت مسلّم، وہ تمہارا پیشوا مکرم ہے مگر اللہ عزوجل فرماتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ قل یاایھا الکفرون ○ لا اعبد ماتعبدون ○ ولا انتم عبدون ما اعبد ○ ولا انا عابد ما عبدتم ○ ولا انتم عبدون ما اعبد ○ لکم دینکم ولی دین ○

"تم فرماؤ اے کافرو۔ نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں پوجونگا جو تم نے پوجا۔ اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین۔"

دیکھو اللہ عزوجل فرما رہا ہے: "پیارے کہدو! اے کافرو تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین۔" یہی تو اعلیحضرت کی کتب کا ماحصل ہے جو سمجھ میں نہ آیا اور خوب شور مچایا۔ اب بتائیے جو اللہ عزوجل کے ارشاد کو نہ مانے، اس کے خلاف تحریک چلائے، بہتان لگائے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جملہ "جو میری کتب سے ظاہر ہے۔"

کتب میں یہی تو ہے کہ ہر گمراہی اور الحاد سے دور رہو اور بے دین گمراہوں سے دور بھاگو۔ دیکھو اسی "وصایا شریف" میں ہے:

"تم مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
بھولی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف

ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں بہکا دیں۔ تمھیں فتنہ
میں ڈالدیں۔ تمھیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔
ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی
ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے،
غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے
گاندھوی ہوئے، جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر
لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمھارے ایمان کی
تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔"
(وصایا شریف۔ ص ۱۸۔ مکتبہ اشرفیہ مرید کے)

ان فرقوں کا اجمالی ذکر پیچھے گزرا، یہی تو اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کا ما حصل ہے کہ اے جھوٹے خدا کے پجاریو۔ جس کا امکان کذب تمھارا ایمان ہے نہ میں پوجتا ہوں اس کو جس کا کذب ممکن ہے جس کو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اس کو جس کا صدق واجب اور کذب محال ہے اور نہ میں پوجوں گا اس کو جس کا کذب ممکن اور نہ تم پوجو گے اس کو جس کا کذب محال ہے، تم کو تمھارا دین مجھے میرا دین۔

اعلٰحضرت نے اسی ارشاد باری عزوجل کے متعلق وصیت فرمائی جو تمھیں راس نہ آئی نیز اسی "وصایا شریف" میں اعلٰحضرت فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔"

(وصایا شریف، صفحہ ۱۸۔۱۹)

اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اللہ عزوجل کے حکم پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی:

"(کما قال تعالیٰ فی القرآن المجید)

لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حاداللہ ورسولہ ولوکانوا آباءھم اوابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ○ (المجادلہ۔ ۲۲)

" یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین
رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان
سے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کی
اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے
ہوں ، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان
نقش فرمایا اور اپنے طرف کی روح سے مدد کی۔"

وصایا شریف کا مضمون قرآن کریم کے مفہوم کے عین مطابق ہے ، مگر جو منکر ہے اس کے لیئے بے سود۔

یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ ہو اور توہین کرنے والا ہو وہ شخص کافر ہی ہے چناچہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد : "قل یاایھاالکفرون ○ .... لکم دینکم ولی دین ○" کی تعمیل ہے تو جو شخص اللہ عزوجل کے ارشاد پاک سے بغاوت کرے اور اسکو کفر بتائے کیاوہ مسلمان ہوسکتا ہے؟

علاوہ ازیں وہ دین جو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک اولیاء کرام ، علماء عظام کی محافظت کے ساتھ چلا آرہا ہے اور آج بھی اولیاء کرام اسی دین میں موجود ہیں اور بحمدہ تعالیٰ موجود رہیں گے اس دین کو یہ ڈاکٹر نیا دین کہہ رہا ہے۔ اگر ہماری نہ مانے۔ اپنے معتمد پیشواؤں سے پوچھ لے۔

دین قدیم

یہ مولوی سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہلحدیث کی جانب تھا، فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوئے: (۱) علمائے دیوبند اور مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میاں نذیر حسین اس سلسلے میں توحید خالص اور ردبدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبۂ نمایاں ہوا اور اسی سلسلے کا نام اہلحدیث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا۔ تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اھل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔"

(حیات شبلی۔ ص ۴۴/۴۶ کا انتخاب)

مولوی سلیمان ندوی کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ ڈاکٹر جس دین کو "بریلوی" کہتا ہے یہی دین قدیم مذہب ہے اور دیوبندی اور اہلحدیث مذاہب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد وجود میں آئے۔ لہذا ڈاکٹر کا دین جدید نو ساختہ پرداختہ ہے اور لیجیے یہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو وہابی اہلحدیث ہیں، انھوں نے ۱۹۳۷ء میں تحریر فرمایا:

"امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"
(شمع توحید۔ ص ۴۰، مطبوعہ سرگودھا)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو آپ ہی کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ آپ وہابی مقلد یعنی دیوبندی ہیں اور وہ وہابی غیر مقلد اہلحدیث ہیں وہ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

ع "مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"

اور ملاحظہ کیجیے شیخ محمد اکرم جو کٹر وہابی ہیں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"انھوں (امام احمد رضا خاں بریلوی) نے نہایت

شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"

(موج کوثر۔ ص ۰،۔ طبع ہفتم ۱۹۳۰ء)

معلوم ہوا کہ جس کو "بریلوی" کہتے ہیں یہی قدیم دین ہے۔

نیا دین "دیوبندی"

نیز مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے دارالعلوم دیوبند کے استاد التفسیر مولوی انظر شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی الٰہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع ہے۔ میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتدا میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے ...... دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورۂ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔"

(ماہنامہ البلاغ۔ مارچ ۱۹۶۹ء۔ ص ۴۸)

ان جمیع شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی مذہب نیا مذہب ہے۔

شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہی مولوی انظر شاہ کشمیری تحریر فرماتے ہیں:

"اول تو اس وجہ سے کہ شیخ (عبدالحق) مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیتہً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا ...... سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت اور سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا بس اس اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں جنھیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔"

(فٹ نوٹ ماہنامہ البلاغ۔ مارچ ۱۹۶۹ء ص ۴۹)

عبارت مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دیوبندی مذہب کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بعد ترتیب دیا گیا اور بقول انظر شاہ کشمیری اس مذہب کے ترتیب دینے والے مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے رفقائے کار ہیں۔ بدیں سبب ہر مسلمان اس مذہب کو بہت برا جانتا اور نفرت کرتا تھا۔

دیوبندی دھرم سے مسلمانوں کو نفرت

چنانچہ مولوی محمد زکریا محدث مظاہر العلوم سہارنپور جو پکے دیوبندی ہیں، فرماتے ہیں:

"بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہنچنا ہوا ہے۔ یہ مقولہ بلاتصنع بلامبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہوگا۔ اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علمائے حقہ میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کرلیا اور حضرت (اشرف علی) پر حملہ کیا۔ میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت کو اس مکان سے دوسرے مکان میں

اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ۴۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ (محمد زکریا) بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہل بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علمائے دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔"

(دہلی کی تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات۔ ص ۳۳۔ ۳۴)

مولوی محمد زکریا محدث سہارنپوری کی یہ عبارت بغور بار بار ملاحظہ کریں اور یہ کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی مذہب نوساختہ اور اللہ اور اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ لوگوں کا مذہب ہے۔ توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنا پر ہر مسلمان ان لوگوں کا

دشمن تھا۔ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علماء دارالعلوم دیوبند نے ایک نیا دین ترتیب دیا جو انبیاء مرسلین علیھم الصلوٰۃ و التسلیم کی توہین اور گستاخی پر قائم کیا گیا۔

اصل چیزیں ہی بھیج دیا کرو

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

" مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ قبل پر تکلف کھانوں کی ایک فہرست تحریر فرمائی اور وصیت کی کہ یہ چیزیں بھیج دیا کریں۔ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو ، مرغ کی بریانی ، مرغ پلاؤ ، خواہ بکری کا ہو شامی کباب ، پراٹھے اور بالائی ، فرنی ، اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم ، گوشت بھری کچوریاں ، سیب کا پانی ، انار کا پانی ، سوڈے کی بوتل ، دودھ کا برف ۔ آخری وقت میں نیک لوگ توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں ذکر و تلاوت کی فکر ہوتی ہے ، آخرت کی طرف دھیان ہوتا ہے ،

مگر خانصاب ہیں کہ اس وقت بھی چٹ پٹے
کھانوں کی فہرست تیار فرمانے میں مصروف ہیں۔"

(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۲۰ ۔ ۲۱)

ڈاکٹر خالد محمود کے علم و دانش کا نمونہ ہم مقدمہ میں پیش کر چکے ہیں۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نمبر ۱۱ میں فرماتے ہیں:

"فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا
جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر
داری کے ساتھ نہ جھڑک کر ۔ غرض کوئی بات
خلاف سنت نہ ہو۔"

(وصایا شریف ۔ ص ۲۴)

اس کے بعد نمبر ۱۲ میں فاتحہ کی اشیاء کے متعلق فرمایا کہ:

"غربا اور مساکین کو عمدہ اور لذیز چیزیں
کب میسر ہوتی ہیں تو وہ اشیاء جو غربا کو میسر نہیں
آتیں ان کے متعلق فرمایا جاتا ہے اعزا سے اگر
بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ...... اشیاء ...... اگر
روزانہ ایک چیز ہوسکے یوں کرو یا جیسے مناسب جانو
مگر بطیب خاطر میرے کہنے پر مجبوراً نہ ۔"

(وصایا شریف ۔ ص ۲۴)

نمبر ۱۱ میں فاتحہ کا ذکر ہے کہ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ

نہ دیا جائے اور نمبر ۱۲ میں فاتحہ کی اشیاء کا ذکر فرمایا وہ بھی بطیب خاطر۔ فقراء کا کس قدر خیال ہے کہ اس گھر میں عرس میلاد نیاز و فاتحہ ہوتا ہی رہتا ہے جس میں غربا اور مساکین کو اعزاز کے ساتھ دیا جاتا تھا اس وقت بھی غربا اور مساکین کا خیال ہے۔ خود تناول نہیں فرماتے۔ اسی وصایا شریف میں تحریر ہے کہ:

> "جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا بھائی حکیم حسنین رضا خاں حاضر خدمت تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا خیال رہے معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے۔"
>
> (وصایا شریف صفحہ ۲۱ ۔ ۲۲)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دیوبندیوں کی طرح مفلس اور کنگال نہ تھے کہ کھانوں کے نام سن کر پیٹ میں آگ کے شعلے اٹھنے لگے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی ایسے کھانے کھانا تو کجا نام بھی ان کھانوں کے سنے ہیں جب ہی تو بے چارے حیران و پریشان ہیں۔

اعلیٰ حضرت صاحب ثروت تھے

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانی صاحب ثروت تھے۔ ان کے جد امجد حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

قندھار کے با عظمت قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے ۔ حکومت مغلیہ کے دور میں لاہور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے ۔ لاہور کا شیش محل ان کی جاگیر تھا۔ اس وقت آپ شش ہزاری عہدے پر فائز تھے ۔ دربار شاہی سے آپ کو " شجاعت جنگ " کا خطاب ملا تھا پھر ان کے بعد ان کی اولاد میں یکے بعد دیگرے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے رہے لہٰذا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بحمدہ کوئی کمی نہ تھی اور طبیعت فیاض مسکین نواز لہٰذا آخری وقت بھی غربا اور مساکین کا خیال تھا جیسا کہ وصیت میں ارشاد فرمایا اور یہ جو ان کے رب ذوالجلال کو مطلوب و محبوب ہے ایسوں کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا
ویتیما واسیرا ○ انما نطعمکم لوجه الله لانر
ید منکم جزاء ولاشکورا ○

" اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر
مسکین اور یتیم اور اسیر کو ، ان سے کہتے ہیں ہم
تمھیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے
کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ (الدھر : ۸۔۹)

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ فاتحہ (یعنی اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت میں جو کھانا بنیت ایصال ثواب

دیا جائے) کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقرا کو دیں وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ ان سے بدلہ چاہیں نہ شکر گزاری کے طالب ہوں۔

ککڑی کی تلاش

ڈاکٹر کہتا ہے آخری وقت میں نیک لوگ توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں ذکر و تلاوت کی فکر ہوتی ہے آخرت کی طرف دھیان ہوتا ہے۔

آئیے ! اب صنم خانہ دیوبند کی جانب چلیں اور آخری وقت میں بت ٹھاکروں کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی ظہور الحسن صاحب، مولوی اشرف علی صاحب کی تصدیق کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

> "خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا (محمد قاسم) نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے تھے کہ تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے لکھنو مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کو ہو گئی کہ مولانا (محمد قاسم) نانوتوی کا جی ککڑی کو

چاہتا ہے۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب نے لکھنو
سے مولانا (محمد قاسم نانوتوی) کی خدمت میں بذریعہ
ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔"
(ارواح ثلثہ ۔ حکایت نمبر ۲۲۴ ۔ص ۲۲۶ ۔کتب خانہ امدادیہ
سہارنپور)

ڈاکٹر! یہ تمہارے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ مرض موت میں کیسی توبہ و استغفار میں مشغول ہیں۔ ذکر وتلاوت کی فکر ہے کہ کہیں سے ککڑیاں لاؤ، پھر کتنی دشواری سے ، پھر لکھنو سے ۔ اسی کا نام تمہارے مذہب نامہذب میں توبہ و استغفار اور ذکر و تلاوت ہے؟ طرفہ یہ کہ اپنی خواہش نفس کی خاطر کیسے بے چین ہیں اور وہ اللہ کا پیارا جسے اپنی فکر نہیں غربا اور مساکین کے لئے اہتمام فرما رہا ہے اس پر سارا صنم خانہ دیوبند شور مچا رہا ہے۔

سردے کے لئے بے چین

اور لیجئے یہ تو تمہارے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی تھے اب یہ شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند مولوی حسین احمد ہیں ان کے متعلق "شیخ الاسلام نمبر" یوں رقمطراز ہے:

"کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ
(دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت

میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم کے لئے لکھنو سے ککڑی منگائی گئی حضرت حسین احمد مدنی نے بھی آخری وقت میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔

اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور شاھد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا؟ انھوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا۔ (چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ، ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا) اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے؟ مولانا وحیدالدین صاحب قاسمی نے عرض کی انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاھد صاحب نے عرض کیا جی ہاں! تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے گا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کیلئے لکھنو سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت (حسین احمد) کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور

مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔"

(شیخ الاسلام نمبر۔ ص ۱۱۴۔ کالم ۲۔ ۳)

ملاحظہ فرمائیے! مشائخ دیوبند موت کے وقت کیسی توبہ و استغفار کر رہے ہیں، ذکر و تلاوت میں مصروف ہیں یا نفس کی پوجا میں پریشان ہیں۔ سردا اور ککڑی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہ ہے سنت سلف دیوبند، طرفہ یہ کہ اپنے نفس کی پوجا کے لئے بھیک مانگ رہا ہے۔ دوسروں سے فریاد کر رہا ہے۔ دم ککڑی اور سردے میں اٹکا ہوا ہے۔

مرتے وقت چندہ مانگنا

اور لیجئے! یہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مرتے وقت اپنی اہلیہ کے لئے بھیک مانگ رہے ہیں اور وصیت فرما رہے ہیں کہ:

" میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس (۲۰) آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی۔"

(تنبیہات وصیت۔ ص ۲)

معلوم ہوا کہ اکابر دیوبند اسلاف دیوبند بھیک مانگنے میں ماہر تھے۔ چناچہ مرض الموت میں آخری وقت میں یہ ان کا وظیفہ اور جدید توبہ و استغفار ہے اور ذکر و تلاوت کی پکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہی تو دوسروں سے چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو گوارا نہیں جو نفس کی خاطر دوسروں کے حضور ہاتھ پھیلانے سے شرماتا ہے اپنے گھر کا مال اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے۔

اصلی چیزیں بھیجنا

ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے:

"بریلوی مذہب یہ ہے کہ اصلی چیزیں ہی پہنچتی ہیں۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۰)

ڈاکٹر کی ہر بات نرالی ہے، صداقت سے خالی ہے، بے چارہ کیا کرے اگر علم ہوتا اور سمجھ کام دیتی تو خدا سے ڈرتا دجل نہ کرتا۔ اس مفلس کو یہ بھی علم نہیں کے فاتحہ کسے کہتے ہیں؟ تو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کی جانب رجوع لاتا۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہیں نہ فرمایا کہ کھانا قبر میں بھیج دیا کرو۔ اغلب یہ ڈاکٹر کے مذہب نامہذب کی سرمایہ کاری ہے کہ گھر کا حال گھر والا ہی زیادہ جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مُردوں کے لئے قبر میں کھانا بھیجتے

ہیں۔ لہٰذا المرء یقیس علیٰ نفسہ کے مصداق پر دوسروں کو بھی ایسا ہی گمان کرتے ہیں مگر مفلس اور کنگال نے ان کھانوں کا شاید دیکھنا تو کجا نام بھی نہ سنا ہوگا تو کھڑے ماتم کر رہے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اب اگر تم کو یہ اشیاء میسر نہیں آتیں تو وہی اپنی موروثی خوراک چھولا، بھگڑا، پاکوڑا، بھت، لسی وغیرہ ہی پر اکتفا کرو۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ دیوبندی اپنے مردوں کو قبر میں کس طرح بھیجتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ کوئی پائپ لگاتے ہوں جس کا ایک سرا مردہ کے منہ میں اور دوسرا سرا قبر کے باہر ہو اس کے ذریعے سے بھیجتے ہوں یا کوئی مشین ایسی مانچسٹر سے منگائی ہو جس کے ذریعے یہ موروثی کھانے اپنے مردوں کو بھیجتے ہوں۔ "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب"

رہا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ تو وہ فرماتے ہیں:

> "صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے۔"
>
> (الحجۃ الفائحہ۔ ص ۱۲)

تو ہمارے مذہب میں ثواب کا پہنچنا ہی ثابت ہے ہمارے مذہب اہلسنت میں کسی نے اصل اشیاء جو فاتحہ میں ہوتی ہیں ان کا پہنچنا ذکر نہ فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اگر وہ چاہے تو پہنچا دے۔ ہم

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار بھی نہیں کرتے ۔ ڈاکٹر صاحب ملاحظہ کیجئے یہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں کیا آپ کے نزدیک یہ بھی بریلوی اور مسلمان نہیں ؟ شاہ صاحب اپنی کتاب " الدار الثمین فی مبشرات النبی الامی " میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں :

اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع ایام المولد طعاما صلة بالنبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فلم یفتح فی سنة من السنین شی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم بین یدیہ ھذہ الحمص مبتھجا بشاشا ۔

" یعنی مجھے میرے والد ماجد نے خبر دی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایام ولادت میں کچھ کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ تیار کیا کرتا تھا ۔ اتفاقاً ایک سال کچھ دستیاب نہ ہوا کہ میں کھانا تیار کر سکوں اس لئے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے ، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ چنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بہت مسرور اور بشاش ہیں ۔ "

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ وہ تقسیم شدہ چنے میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے سامنے رکھے ہوئے دیکھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بہت مسرور اور بشاش ہیں۔ آپ کے دین میں شاہ عبدالرحیم صاحب کے متعلق کیا حکم ہے؟

کفن بھیجنا

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

"بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں ایصال ثواب پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اصل چیزیں پہنچنا اور پہنچانا یوں بیان کرتے ہیں "ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں تیسرے روز خبر ملی کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ لڑکے نے فوراً نیا عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا کہ یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وہ صالحہ

خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا کہ خدا
تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۱۔ ۲۲)

ڈاکٹر کے دین کی بنیاد نہ حدیث پر ہے نہ قرآن پر اگر ہے تو "تقویت الایمان" پر جب ان کا دین ہی قرآن و حدیث کے مخالف ہے تو دوسروں پر اپنے دین کو کیوں ٹھونستا ہے۔ پہلے ہم قرآن کریم سے ثابت کر آئے اپنے دین کی حقانیت کو اور اس روایت کی بھی حقانیت بحمدہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر ڈاکٹر کو علم ہوتا تو علم سے بات کرتا قرآن وحدیث کا حوالہ پیش کرتا مگر مفلس کنگال پاس کچھ رکھتا نہیں اپنے توہمات باطلہ سے قرآن وحدیث کا مذاق اڑاتا ہے۔

برادران ملت! ملاحظہ فرمائیے، حضرت ابوبکر جلال الدین السیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت میں مسلمانوں کے امام عالیشان ہیں ۸۴۹ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے وہ روایت نقل فرماتے ہیں:

"ابن ابی الدنیا نے "کتاب المنامات" میں
اپنی سند سے راشد بن سعد سے روایت کی کہ ایک
شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو اس نے خواب
میں بہت سی عورتیں دیکھیں لیکن اس کی بیوی
اس میں نہ تھی اس نے اس عورت کے نہ آنے
کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے

اس کے کفن میں کوتاہی کی اس لئے وہ اب آنے
میں شرم محسوس کرتی ہے ۔ وہ شخص حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی ثقہ آدمی
کا خیال رکھنا۔ اتفاقاً ایک انصاری کی موت کا
وقت آگیا اس نے انصاری سے کہا کہ میں اپنی
بیوی کا کفن دینا چاہتا ہوں انصاری نے کہا کہ
اگر مردہ مرنے والے کو پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا
دوں گا۔ چنانچہ یہ شخص دو زعفرانی رنگ کے
کپڑے لایا اور انصاری کے کفن میں رکھ دیئے اب
جو رات کو خواب میں دیکھا تو وہ عورت وہی
کپڑے پہنے کھڑی تھی۔"

(شرح الصدور شرح حال الموتیٰ والقبور اردو۔ ص ۱۰۷۔۱۰۸)

ڈاکٹر کو لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہ سارے جن کے نام مذکور ہیں بریلوی دین والے تھے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی منقول تو ماننا پڑے گا کہ یہی دین حق ہے یہی سچے مسلمان ہیں جن کو آج اعداء المسلمین "بریلوی" کہتے ہیں۔

نذر و نیاز

ڈاکٹر خالد محمود کہتے ہیں :

"مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں
مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب
قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں
اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیائے کرام کو جو ایصال
ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے
ہیں..... مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اولیاء اللہ
کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا اولیاء
اللہ مسلمان نہیں ہوتے ؟ یا مسلمان وہی ہوتا ہے
جو بریلویوں کے سوا سب مسلمانوں کو کافر سمجھے.....
اور ایصال ثواب کو تعظیماً نذر و نیاز کہنے کی ابتدا
اسلام میں کب سے ہوئی۔"

(مطالعہ بریلویت ، صفحہ ۲۸)

ڈاکٹر کی بے مائیگی حیرت و استعجاب کا مجموعہ ہے۔ مفلس کو اتنا بھی علم نہیں کہ مقابل، مترادف اور مشترک کی تعریف کیا ہے جو جی میں آیا لکھ مارا۔ نہ اللہ واحد قہار کا خوف نہ بندوں سے شرم وحیا کہ دنیا میں ابھی اہل علم بھی ہیں ۔ کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں

نے اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے ؟ الخ (یعنی معاذاللہ کافر ہوتے ہیں) ڈاکٹر کے پاس علم تو ہے ہی نہیں جو سمجھے چنانچہ ہم مثال پیش کرتے ہیں امید ہے کہ ڈاکٹر کی سمجھ میں آجائے۔

مثال نمبر ۱۔ فرض کیجیے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یہ فرمائیں کہ دیوبند میں مسلمان آباد ہیں دارالعلوم دیوبند کے علماء کو دیوبندی تعظیماً اولیاء کرام سمجھتے ہیں تو ڈاکٹر خالد یہی سمجھے گا کہ تھانوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا دارالعلوم دیوبند کے علماء کافر ہیں؟

مثال نمبر ۲۔ بالفرض ڈاکٹر خالد محمود کے والد گرامی کرشن گڑھ میں رہتے ہیں ۔ کرشن گڑھ مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے ۔ وہاں کے لوگ ڈاکٹر خالد محمود کے والد صاحب کو تعظیماً مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس آبادی میں ایک مولوی صاحب بھی ہیں۔ تو ڈاکٹر خالد محمود غصہ سے لال پیلے ہوکر چیخیں گے کہ میرے والد کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے، کیا میرے والد کافر ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ان تماثیل سے ڈاکٹر کی جہالت کا پردہ اٹھ جائے بات سمجھ میں آجائے۔ علاوہ ازیں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں "اولیائے کرام" ہے یعنی عزت وکرامت والے۔ تو کیا ڈاکٹر کافروں کو عزت وکرامت والا سمجھتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے جب

ہی تو کہ رہا ہے کہ اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے اگر عزت و کرامت والا سمجھتا تو یہ کلمہ ہرگز نہ کہتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ان الذین کفرو امن اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا اولئك ھم شرالبریۃ "بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔" اللہ جل مجدہ کافروں کو تمام مخلوق میں بدتر فرما رہا ہے اور ڈاکٹر عزت و کرامت والا بتا رہا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ڈاکٹر کہتا ہے کہ نذر و نیاز کہنے کی ابتدا اسلام میں کب سے ہوئی؟

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

ڈاکٹر صاحب! اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور ان کے پیر حاجی امداداللہ صاحب کو جانتے ہو؟ نام تو سنا ہی ہوگا؟ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات کے مرتب ہیں، وہ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

"فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکاً دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات

مصنف کے بیان کیئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم
زمانے سے جاری ہے ۔"
(امداد المشتاق ۔ ص ۹۲)

ڈاکٹر صاحب ! یہ حاجی امداداللہ صاحب تمھارے حکیم الامت
مولوی اشرف علی تھانوی اور تمھارے امام ربانی مولوی رشید احمد
گنگوہی وغیرہ کے پیر ۲۲ صفر ۱۲۳۳ ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے یہ فرما
رہے ہیں کہ " طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے" یہی سوال
جو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ، حاجی صاحب اور مولوی
اشرف علی وغیرہ سے کیجیئے اور ان پر اپنا حکم فتویٰ جاری کیجیئے ۔

ص یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

"کہ آپ (مولانا احمد رضا خاں) جس
حلوہ کے حلوائی تھے اس کی کچھ تفصیل درکار تھی۔
اس باب میں آپ علیٰحدہ فرما چکے تھے ۔ حلوہ بپزد و
بصلحا خوراند (یعنی) حلوہ پکائے اور صلحاء کو کھلائے
یہ اس لیئے کہ حلوہ صلحا کا حق ہے اس حلقے میں
مولانا احمد رضا خاں ، حسن میاں ، حافظ خلیل حسن ،
مولانا حامد رضا خاں ، حسنین رضا خاں صلحا سمجھے

جاتے تھے ۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ اس حلوہ کا
حقدار کون ہوگا؟ غریب اور مساکین کی کیا مجال
کہ یہ حلوہ چکھ سکیں۔"

(مطالعہ بریلویت ۔ بمعہ حاشیہ ۔ ص ۲۴)

ڈاکٹر کی علمی قابلیت کا یہ عالم ہے کہ صلحا کا مطلب بھی نہیں جانتا۔ وہ صلحا بمعنی امراء سمجھتا ہے جب ہی تو کہہ رہا ہے کہ غریب و مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں ۔ آیا صلحا میں غربا و مساکین نہیں ہوتے؟ عموماً صلحا میں زیادہ تر غربا ہی ہوتے ہیں۔ امراء اور رؤسا ان کی نسبت بہت کم ہوتے ہیں مگر ڈاکٹر کو نہ علم ہے نہ سمجھ، بس تعصب اور عناد ہے ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو نافذ فرما رہے ہیں ۔

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں : ولا یاکل طعامك الاتقی "اور صلحا (متقی) کے سوا تیری دعوت کا کھانا کوئی اور نہ کھائے ۔" رواہ الترمذی و ابوداؤد و الدارمی عن سعید رضی اللہ تعالی عنه ۔ مگر ڈاکٹر کو نہ حدیث سے مطلب نہ قرآن سے ، اگر مطلب ہے تو "تقویت الایمان" سے ۔

برادران ملت ! دیکھو ڈاکٹر کس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی تذلیل کرتا اور مذاق اڑاتا ہے ۔ یہی ان کے دین کا شیوہ ہے ۔

ڈاکٹر خالد محمود، اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فتویٰ نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتا ہے:

مسئلہ ۲۔ میت کے سوئم کا کس قدر وزن ہونا چاہیے۔ اگر چھوہاروں پر فاتحہ دی جائے تو ان کا کس قدر وزن ہو؟

الجواب۔ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں اتنے ہوں جن میں ستر ہزار کا عدد پورا ہو جائے۔ (عرفان شریعت)

"جواب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں جواب مذہب اہلسنت کے مطابق ہے کہ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں دوسرے حصے میں بریلوی مذہب کا بیان ہے غور کیجئے ایک چھوہارا اگر نصف تولے کا ہو تو بریلویوں کے ہر تیجے میں ۱۰ من ۳۷ سیر ۸ چھٹانک چھوہاروں کی دستیابی کیسے ہو گی پھر اتنے چھوہارے رکھے کہاں جائیں گے اور کہاں سمائیں گے؟ یہ بھی سوچنے کی بات ہے اعلیٰحضرت نے یہاں تصریح نہیں کی کہ یہ ستر ہزار چھوہارے ہی بھیجنے ہیں تو انھیں دفن کرنے میں کیا دقت نہ ہو گی، بصورت دیگر انھیں کہاں رکھا جائے گا اور کیسے تقسیم کیا جائے گا؟"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۰)

عزیزان ملت ملاحظہ کیجئے کہ ڈاکٹر شریعت مطہرہ کا کیسا مذاق بنا رہا ہے۔ چھوہاروں کو ضروری بتا رہا ہے۔ ضروری بمعنی فرض نہ سہی واجب سہی تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ چھوہارہ تو کجا نفس فاتحہ و سوئم کے واجب ہونے کا ہی ثبوت پیش کرو جس شخص کو عبارت پڑھنے کی تمیز نہ ہو عبارت کو کیا سمجھے گا؟ زیر بحث مسئلہ میں سائل دو باتیں پوچھتا ہے، اول سوئم کے چنوں ہی پر ہوتا ہے اس کا وزن، دوئم فاتحہ میں وزن کی مقدار کہ فاتحہ کے لئے کوئی خاص چیز مقصود نہیں تو فاتحہ میں چھوہارہ کا ذکر ہے نہ کہ سوئم میں۔ پس اس کا جواب ارشاد فرمایا کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں کیونکہ سوئم اور فاتحہ نہ تو فرض ہے نہ واجب۔ صرف مستحسن اور مندوب ہے اور سوئم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اتنے ہوں جن میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔

خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کررہا ہے۔ یہ آتش غیظ میں کیوں جل رہا ہے، جو خرچ کررہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کہاں سے لائے گا اور کہاں رکھے گا؟ مگر اصل بات یہ ہے کہ مومن اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کافر اس سے جلتا ہے نہ خود خرچ کرتا ہے اور نہ اس کو مسلمانوں کا خرچ کرنا بھاتا ہے اور طرح طرح کے بہانے بناتا ہے۔ یہی تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

و اذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم

اللّٰہ قال الذین کفروا للذین امنوا الطعم من لو یشآءاللّٰہ اطمہ ان انتم الا فی ضلال مبین۔

" اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لئے کہتے ہیں کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا، تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔"

یہی حال ہے ڈاکٹر اور ڈاکٹر کے مذہبی رہنماؤں کا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت کا ایک محاذ قائم کر رکھا ہے۔ ہر معاملہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال لیتے ہیں۔ پھر یہ مسلمانوں کو کس طرح چھوڑیں گے۔ ان کے مذہب نامہذب میں مسلمانوں کا قتل اور ان کا مال لوٹنا مباح۔ کما ذکرہ علامہ شامی۔

مسلمانوں میں دو لفظ فاتحہ اور سوئم بہت معروف اور اپنے کام میں مشہور ہیں۔ اگر ڈاکٹر میں کوئی شمہ غیرت کا ہے تو وہ کوئی ثبوت بطور نمونہ ہی پیش کرے کہ چھوہاروں پر سوئم پڑھا گیا اور اپنی مدد کے لئے اپنے جھوٹے خداؤں کو بلا لے۔ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔"

رہا معاملہ نفس سوئم کا تو یہ مسلمانوں میں معمول رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا سوئم ہوا، شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

"روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بودند کہ بیروں ند حساب است ہشتاد ویک کلام بہ شمار آمد زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ راحصر نیست۔

(ملفوظات عزیزی۔ ص ۵۰)

یعنی تیسرے روز (سوئم میں) آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ حساب سے باہر ہے۔ اکیاسی (۸۱) ختم کلام اللہ (قرآن شریف) تو شمار میں آئے اور اس سے زیادہ ہی ہوئے ہوں گے اور کلمہ شریف کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔"

معلوم ہوا کہ سوئم مسلمانوں میں جاری رہا اور خاندان شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی میں سوئم ہوتا تھا۔ اب شاہ صاحب پر حکم لگائیے، کیا حکم لگاتے ہیں؟

ڈاکٹر کی تہذیب

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"ظلم بالائے ظلم یہ کہ مولانا احمد رضا خاں

کا عقیدہ تھا بریلویوں کی تمام مستورات، پیروں کے لئے باندیوں اور لونڈیوں کے حکم میں ہیں۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب مولانا کے زنان خانے میں غلطی سے گھس گئے اور پھر معذرت کرنے لگے۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی: حضرت یہ سب آپ کی باندیاں لونڈیاں ہیں، آپ آقا مالک اور آقازادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔" (بحوالہ میزان، ص ۳۰۵) "اس تصریح کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت بھی کسی حجرے میں جاکر اپنی حاجت پوری فرماسکتے ہیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ہاتف آواز دے اب دیر کا ہے کی فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۴۴)

دیکھا اس ظالم بدکار نے کیسی منہ بھر کر گالی دی حالانکہ اس جاہل گنوار کو حقیقت اور مجاز کی بھی تمیز نہیں۔ مولوی حسین احمد صدر مدرس دیوبند اپنے کو "ننگ اسلاف" لکھا کرتے تھے۔ چناچہ ان کے خطوط مولوی محمد ذکریا صاحب نے اپنی کتاب "تبلیغی جماعت پر

اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات " میں نقل کئے۔ اس کے صفحہ ۳، پر ننگ اسلاف حسین احمد اور صفحہ ۵، پر ننگ اسلاف حسین احمد موجود ہے تو مولوی حسین احمد صاحب کو ننگ اسلاف حسین احمد صدر مدرس دیوبند لکھنا اور کہنا چاہئے مگر تم لوگ نہ لکھتے ہو، نہ کہتے ہو، بلکہ "شیخ الاسلام" وغیرہ کے خطابات سے ذکر کرتے ہو۔

ڈاکٹر نے میزان صفحہ ۵،۲ کا حوالہ پیش کیا ہم وہ عبارت میزان امام احمد رضا نمبر صفحہ ۵،۲ سے نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے:

"جس زمانے میں اعلیٰحضرت کے دولت کدہ کے مغربی سمت جس میں کتب خانہ تھا نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰحضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں مولانا حسن رضا خانصاب برادر اوسط اعلیٰحضرت سے متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰحضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا اسی طرح کئی مہینے تک وہ مکان مردانہ رہا جن صاحب کو اعلیٰحضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا مستورات حسب دستور سابق اسی مکان میں چلی آئیں اتفاق وقت ایک

سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مستورات پر نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں، انھوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں ان کے جانے کی آہٹ سے سید صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہو گئی، جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰحضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہوئی۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ: "مجھے زنانہ

مکان ہونے کا علم نہ تھا ۔" اعلیٰحضرت نے فرمایا
کہ: " حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں ،
آپ آقا اور آقا زادے ہیں ، معذرت کی کیا
حاجت ہے ، میں خوب سمجھتا ہوں ، حضرت
اطمینان سے تشریف رکھیں۔"

(المیزان بمبئی امام احمد رضا خاں نمبر۔ ص ۵۰۲ کالم نمبر ۱)

ڈاکٹر کا پیش کردہ حوالہ فقیر نے المیزان امام احمد رضا خاں نمبر سے پورا نقل کردیا ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں کہیں "پیر" کا ذکر ہے؟ مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی کا یہ مضمون " اعلیٰحضرت کی محبت سادات" کا بیان ہے ۔ مفتری کذاب نے سیدصاحب کو پیر سے بدل دیا یہ خیانت فاحشہ تو دیو کے بندوں کو دیوبندی دھرم کی اساس سے ملی ہے جو ان لوگوں کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ نیز حقیقت و مجاز کا بھی کوئی لحاظ نہیں دراصل حقیقت و مجاز وغیرہ کو بھی اہل علم ہی جانتے ہیں جاہلوں کو کیا تمیز یہ تو آیت کریمہ " و ازواجه امهتهم " پر بھی اعتراض کرے گا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں تو پردہ کیوں کرتی تھیں ؟ بیٹوں سے ماں پردہ نہیں کرتی ۔

ے دیوبند کی خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے آقا اور آقازادے فرمایا اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہم سارے مسلمان خواہ مرد ہوں یا عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اور باندیاں ہیں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ "(محبوب) تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو" ...... یہ آیت کریمہ مومنین کے لئے عام ہے ہر مومن مرد ہو یا عورت سب کے بارے میں خطاب ہے مومن خواہ مرد ہو یا عورت سب اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ کی رحمت اسی کا حصہ ہے جو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بندے یعنی باندی اور غلام ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب جو مولوی اشرف علی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ اساطین دیوبند کے پیر ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباداللہ کو عبادرسول کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انھیں معنی کا ہے

آگے فرماتا ہے : لا تقنطوا من رحمة الله اگر
مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تا کہ
مناسبت عبادی کی ہوتی۔"

(امداد المشتاق۔ ص ۹۴)

پس اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بھی فرمایا وہ حکم قرآن کے مطابق فرمایا مگر جو قرآن کو جانتا ہی نہیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا آقا و مولیٰ مانتا ہی نہیں وہ تو انکار ہی کرے گا اور مسلمانوں سے لڑے گا اس میں لڑنے کی کیا بات ہے تجھے تیرا دین اور مجھے میرا دین مبارک ہو۔ ہمارے لئے قرآن تیرے لئے "تقویت الایمان" پس کہو:

دیوبند سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

ڈاکٹر خالد محمود زیر عنوان "مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا" لکھتے ہیں:

"بریلوی مذہب میں تو بزرگوں کے مزارات پر خوبصورت عورتوں کا چڑھاوا بھی چڑھتا ہے ...... مولانا احمد رضا خاں اپنے مذہب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں: حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں حضرت سید احمد کبیر

بدوی کے مزار پر بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا اس مجمع
میں چلے آتے کہ ایک تاجر کی کنیز، پر نگاہ پڑی۔
فوراً نگاہ پھیرلی کہ حدیث میں ارشاد ہے: النظرة
الاولی لك والثانیة علیك پہلی نظر تیرے لئے
ہے اور دوسری تجھ پر، یعنی پہلی نگاہ کا کچھ گناہ
نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو پھیرلی
مگر وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر
ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟
عرض کی! ہاں۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ
چاہیئے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔
اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی
ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر
ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم
کو اشارہ ہوا، انھوں نے آپ کی نذر کردی۔ ارشاد
فرمایا عبدالوہاب اب دیر کاہے کی فلاں حجرے
میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو ۔۔۔۔ مولانا
احمد رضا خاں نے یہ نہیں بتایا کہ ان عورتوں کو
اپنی حاجت پوری کرتا کون نظر آتا ہے وہ یہ دیکھتی
ہیں کہ صاحب قبر ان کے ساتھ مشغول ہیں یا

کوئی مرید باصفا نعرے لگا رہا ہے۔"

(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۴۲ ۔ ۴۳)

اس جاہل مفتری کے علم کی روشن دلیل یہ ہے کہ کنیز شرعی کو عورت کہہ رہا ہے اور پھر عورتوں کی قسمیں کتنی ہیں اور ان کے مختلف احکام اور جداگانہ اذکار۔ کنیز کے متعلق لکھ رہا ہے کہ ان عورتوں کو اپنی حاجت پوری کرتا کون نظر آتا ہے۔ مزید براں یہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ اپنا واقعہ ہے نہ کوئی شرعی فتویٰ یہ تو حضرت سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت ہے جس کا انکار تو نہ کیا گیا مگر مذاق ضرور بنایا گیا۔ اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذاق اڑانا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا یہ کسی بدبخت شقی کا کام ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ "مولانا احمد رضا خاں اپنے مذہب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں" اس کنگال کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن پر نیا مذہب ترتیب دینے کا بہتان لئیم ہے وہ تو ۱۲۷۲ھ (تیرھویں صدی ہجری) میں پیدا ہوئے اور کجا امام سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۹۹ھ (نویں صدی ہجری) میں پیدا ہوئے صدیوں کا فصل اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی "بریلوی مذہب" کا پابند ثابت کر رہا ہے جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ

اعدائے دین جس کو بریلوی مذہب کہتے ہیں وہی مذہب قدیم ہے جس پر اولیائے کرام اور علمائے عظام تھے اور حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت پر لاف گزاف یہ اس کی اپنی بکواس ہے کوئی حکم شرعی نہیں اگر دم تھا کوئی آیت قرآن کریم یا حدیث شریف پیش کرتا، مگر بے علم نتواں خدا راشناس۔ اور جہالت فاحشہ کا یہ عالم ہے کہ نذر کرنے کو چڑھاوا کہہ رہا ہے کہ اس واقعہ کو اس عنوان "مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا" سے معنون کر رہا ہے۔ نیز اس مفلس کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ لڑکی کون اور باندی کس کو کہتے ہیں؟ نادار عقل سے بیزار باندی اور لڑکی کا فرق نہیں جانتا۔

مزید براں کنیز کے نذر کرنے پر اتنا بڑا فتنہ برپا کرنا اور دین کا مذاق اڑانا، جبکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"از قالت امرات عمران رب انی نذرت لك مافی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السمیع العلیم ○ فلما وضعتها قالت ربی انی وضعتها انثی ۔ واللہ اعلم بما وضعت ۔ ولیس الذکر کالانثی وانی سمیتها مریم وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطن الرجیم ○ یعنی "جب عمران کی بیوی نے عرض کی اے میرے رب میں تیرے لئے منت (نذر) مانتی ہوں جو میرے پیٹ

میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو
مجھ سے قبول کر لے بیشک تو سنتا جانتا ہے ۔ پھر
جب اسے جنا ، بولی اے رب یہ تو میں نے لڑکی
جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ
لڑکا اور جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں
نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس
کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں ، راندے ہوئے
شیطان سے۔"

(آل عمران ۳۵ ۔ ۳۶)

حضرت حنہ نے حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا۔ وہاں مزار شریف پر تو شرعی کنیز (باندی) تھی یہاں حضرت حنہ کی صاحبزادی حضرت مریم ہیں۔ کیا یہ لڑکی نہیں جن کو " نذر " کیا جارہا ہے اور ولادت سے پہلے ہی منت مان لی اور عرض کی "رب انی نذرت لک" ان کے دل میں تو امید تھی کہ لڑکا پیدا ہوگا اس کو نذر کروں گی مگر اللہ علیم و خبیر ہے اس کا علم ہر شے کو محیط ہے جانتا تھا کہ آخر زمانے میں ایک نیا دین دیوبندی دھرم ظاہر ہوگا ، جو باندیوں کے نذر کرنے پر شور مچائے گا ، فتنہ اٹھائے گا ، دین کا مذاق اڑائے گا ، ہماری حکمت بالغہ میں اپنی عقل فاترہ کی پچر لگائے گا چنانچہ اس نے حضرت حنہ کو حضرت مریم

(لڑکی) عنایت فرمائی جس کو انھوں نے بطور نذر احبار بیت المقدس کے سامنے رکھ دیا جن کی قبولیت کا ڈنکا آج بھی بج رہا ہے ماشاء اللہ اور آئندہ بجتا رہے گا ہر قاری قرآن کریم کی تلاوت میں اس کو پڑھتا رہے گا۔ والحمدللہ رب العلمین۔

ص دیوبند سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

" ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی۔
انبیا علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی وہیں کی ہے جہاں وہ سیدی عبدالوہاب کو حضرت سید احمد کے مزار سے یہ آواز سنا رہے تھے کہ فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو (پھر حاشیہ پر لکھتے ہیں) یہ عقیدہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگانا خاں صاحب کا جھوٹ ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۴۰)

سبحان اللہ! نہ ثبوت نہ دلیل اپنی عقل فاتر سے جس کو چاہا

جھوٹا کہہ دیا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے ولید، ابو جہل سے کہے کہ عبداللہ نے فرمایا کہ صدیق کا ارشاد ہے کہ "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں" تو ابو جہل کہتا ہے کہ یہ عقیدہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں صدیق کے ذمہ لگانا عبداللہ کا جھوٹ ہے۔" وہ تو (معاذاللہ) مر کر مٹی میں مل گئے۔ جب موصوف ہی نہیں رہا تو صفت کیونکر باقی ہے۔ آج کوئی یہ کہنے کو تیار نہیں کہ جنرل محمد ایوب خاں صدر مملکت پاکستان ہیں جب وہ صدر تھے تو لوگوں نے ان کو صدر پاکستان کہا اب جبکہ وہ مر گئے صدارت بھی ختم ہے اسی طرح جو آج محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ نیز ڈاکٹر خالد لکھتے ہیں " مولانا احمد رضا خاں نے ازواج مطہرات کی شان میں یہ گستاخی وہیں کی ہے جہاں وہ سیدی عبدالوہاب کو حضرت سید احمد کبیر کے مزار سے، یہ آواز سنا رہے تھے کہ فلاں حجرے میں لے جاؤ " یہ بھی جہالت فاحشہ ہے۔ ملفوظات کے مرتب نے مختلف اوقات و مجالس میں جو اذکار رونما ہوئے ان کو قلمبند کر کے یکجا کر دیا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ اسی مجلس میں اسی موقع پر ارشاد فرمایا۔ ملفوظ شریف میں تو اس واقعہ کرامات کے بعد سوال ہے کسی نے عرض کیا کہ " انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی جیسی دنیاوی ہے اس پر تصدیق وعدہ الہٰیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔"

(الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۲۵ ۔ ۲۶)

تو یہ قول سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی کا ہے اس پر اعتراض کرنا اور حکم لگانا اعلیٰحضرت پر نہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی پر حکم لگانا ہے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ناقل ہیں۔ اب رہا کہ یہ ان کا قول نہیں تو اس کے رد میں کوئی دلیل قاطعہ لاتا اور اس کے خلاف پر عبارت دکھاتا پھر جھوٹ بتاتا تو لائق التفات بھی تھا مگر کوئی عبارت ہوتی تو لاتا۔ معلوم ہوا قول صادق ہے، ڈاکٹر کاذب۔

نیز شب باشی فرمانا تو کنایہ ہے اسے صراحت سے کیا علاقہ ڈاکٹر کے ذہن میں غلاظت ہے اسے وہی نظر آتی ہے۔ اکثر اہل علم و ادب اپنی گفتگو میں فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں رات فلاں دوست

کے ساتھ شب باشی میں گزاری چنانچہ ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

"محمد الحضرمی مجذوب .... ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔"

(جمال الاولیاء۔ ص ۸۸)

ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرمارہے ہیں کہ محمد الحضرمی ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔ اب ان پر گستاخی کا کوئی کوڑا برسائے اور حکم توہین صادر فرمائے علاوہ ازیں سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول انمول پر ڈاکٹر کا رونا اور ماتم کرنا علمی بے مائیگی کی دلیل ہے یہ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے۔ اللہ عزوجل تو مومنین صالحین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

والذین امنو واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم وما التنهم من عملهم من شئی کل امری بما کسب رهین ○ یعنی "اور جو ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے

ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی ذریت ان سے
ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی ،
سب آدمی اپنے کیئے میں گرفتار ہیں۔" (الطور : ۲۱)

جب ایمان والوں کی یہ شان کہ ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا ، شہداء کے متعلق ارشاد ہے :

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل
اللہ امواتا ۔ بل احیاء عند ربھم یرزقون ○
یعنی اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں
مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے
پاس روزی پاتے ہیں۔"
(آل عمران : ۱۶۹)

پس جو اللہ کی راہ میں مارے جانے والے ہیں ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں تو ان سے بلند مرتبہ والے علماء پھر اولیاء اور اولیاء میں درجات پھر صحابہ اور صحابہ میں خلفاء راشدین اور خلفاء راشدین میں بالترتیب مراتب صدیق اکبر اس کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان تو ان کی حیات و وصال سے کس مومن کو انکار ہو سکتا ہے مگر وہی جس کو ایمان نہیں پس مومنین کے لئے

قرآن اور دیوبندی کے لئے "تقویت الایمان" یہی فرق ہے۔

ع دیوبند کی خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

اکابر علمائے دیوبند کے ادب و احترام کا نمونہ

آئیے ! صنم خانہ دیوبند کی سیر کریں اور دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے اخلاق فاضلہ ملاحظہ فرمائیں :

جب اشرف علی صاحب نے اپنے بھانجے کی بیوی (جو کم عمر تھی) سے دوسری شادی کی تو ان کی پہلی بیوی کی فریاد سنئے، جس کو مولوی اشرف علی بقلم خود تحریر فرمارہے ہیں :

"۱۔ ہائے بادشاہی چھن گئی۔ ۲۔ ہائے ایسا ظلم۔ ۳۔ بس جی مولویوں کا بھی اعتبار نہ رہا۔ ۴۔ بھلا بدون اجازت منکوحہ اولیٰ کے یہ دوسرا نکاح جائز کب ہو سکتا ہے؟ ۵۔ بھلا اگر عورت بھی دوسرے مرد کو ڈھونڈ لے تو مرد پر کیسی گزرے؟ ۶۔ ہائے بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے، جورو بنا کر بیٹھ گئے۔ ۷۔ بیٹی کیا نواسی کی جگہ تھی۔ ۸۔ ارے بھائی، بھانجہ تو بیٹا ہوتا ہے پھر اس کو بیٹا بنایا بھی تھا ہائے بیٹے کی بیوی کو لے بیٹھے یہ غضب۔ ۹۔ بس

جی ایسی عورت کا کیا اعتبار اسکا تو اگر نانا حقیقی زندہ ہوتا کیا اس کو بھی کر بیٹھتی۔ ۱۰۔ لو اور پڑھواؤ لڑکیوں کو ہائے استاد ہو کر شاگردنی کو کر بیٹھے۔
۱۱۔ اور مریدنی بھی تو تھی۔ پیر میں اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ۱۲۔ اجی معلوم ہوتا ہے ان میں پہلے سے سازباز ہوگا۔ ۱۳۔ بس جی اب تو سب مرید ایسا ہی کریں گے۔ ۱۴۔ اجی لڑکی نے بھی ظلم ہی کردیا جو کرنا ہی تھا اور دس تھے بھلا جس کے پاس بچپن میں رہی لکھا پڑھا اس کی چھاتی پر مونگ دلنا تھا۔ ۱۵۔ خدا کرے ان کو آرام ہی نصیب نہ ہو۔
۱۶۔ اجی ایسی بے حیا ہے تو ستر کرے گی ستر چھوڑے گی۔"

(الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ۔ ص ۲۔۳)

یہ پہلی بیوی کی فریاد ہے!!

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ کی بابت ذہن کی رسائی:

ڈاکٹر کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر
(اشرف علی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں
انھوں نے مجھے کہا میرا ذہن معاً اس (زوجہ ثانیہ
کی) طرف منتقل ہوا اس مناسبت سے جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا حضور کا سن شریف پچاس
سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں،
وہی قصہ یہاں ہے۔"
(الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ۔ صفحہ ۱۵۔۱۶)

معاذاللہ۔ ہزار بار استغفراللہ۔ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تشریف آوری اور نئی بیوی، کم سن کا تصور ...... لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی

ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی آیت کریمہ:
ولقد همت به وهم بها لولا ان رابرهان ربه (یوسف: ۲۴) کا ترجمہ بیان کرتے ہیں:

"اور اس عورت کے دل میں تو انکا خیال
عزم کے درجہ میں جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس

عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی
دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا
عجب نہ تھا۔" (ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

یعنی مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ زلیخا کے دل میں تو گناہ کبیرہ کا خیال عزم کے درجہ میں جم ہی رہا تھا اور یوسف علیہ السلام کو بھی اس گناہ کبیرہ کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔ یعنی مائل بہ گناہ کبیرہ ہو چلے تھے (معاذاللہ) پھر اس توہین وگستاخی کا بہتان اللہ عزوجل کی جانب کرنا ظلم بالائے ظلم ہے۔

"ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا" کس جملہ کا ترجمہ ہے؟ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں علمائے دیوبند کے خدام کی شان عصمت ملاحظہ فرمائیں ......

دیوبندی دھرم میں میاں جی منے شاہ صاحب کی عصمت

قاری محمد طیب صاحب "مہتمم دارالعلوم دیوبند" ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"دارالعلوم دیوبند کی بنیادیں بھی الہامی
اور اشارات غیب کے تحت ہیں۔ اس کا سنگ

بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو تمام اہل اللہ اور اکابرین
جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک
عجیب بشاشت و کیفیت کا نور موجزن تھا۔ سنگ
بنیاد میں جس سے بھی پہل کرنے کو کہا جاتا تو وہ
کہتا نہیں فلاں صاحب سے ابتداء کرائی جائے وہ
ہم سب کے بڑے اور اس کے اہل ہیں گویا بے
نفسی کا یہ حال تھا کہ اپنے کو کم تر سمجھ کر کوئی بھی
آگے نہیں بڑھتا تھا بالآخر اینٹ حضرت مولانا
احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے رکھوالی
گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت (محمد قاسم)
نانوتوی نے حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کا
ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں
جنھیں صغیرہ گناہ کا بھی تصوّر نہیں آیا تو انھوں
نے حضرت محدث سہارنپوری کے ساتھ اینٹ
رکھی جس سے واضح ہے کہ سنگ بنیاد رکھنے
والے بھی اہل اللہ تھے۔"

(ماہنامہ الرشید لاہور ۔ فروری ۱۹۷۶ء دارلعلوم دیوبند نمبر ۔
ص ۱۳۹ ۔ کالم نمبر ۱ ۔ جلد ۴ ۔ شمارہ ۲ ۔ ۳ صفر، ربیع الاول ۱۳۹۶ ھ)

ملاحظہ فرمائیے! کہ دارالعلوم دیوبند کی سنگ بنیاد کے موقع پر

تمام اہل اللہ جمع ہیں ان کے درمیان نانوتوی صاحب میاں جی منے شاہ صاحب کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ وہ ہیں جنھیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہیں آیا۔ اس پر تمام اہل اللہ اور اکابر خاموش ہیں۔ کسی نے انکار نہ فرمایا گویا میاں جی منے شاہ صاحب کی عصمت سب کو تسلیم ہے۔ مزید براں ظاہری اعمال تو آدمی دیکھ سکتا ہے مگر باطنی خیالات و تصورات سب کو نظر نہیں آتے مگر نانوتوی صاحب پر پیدائش سے لے کر ابتک کے تمام حالات ہی نہیں بلکہ خیالات اور تصورات بھی پوشیدہ نہیں اس پر تمام اہل اللہ جو کہ اس وقت جمع ہو گئے تھے ان کی خاموش شہادت رجسٹری کا درجہ رکھتی ہیں میاں جی منے شاہ جو علمائے دیوبند کے خدام سے ہیں ان کے بارے میں نہ معلم لکھا نہ محدث نہ مفتی نہ عالم دین ہونے کا کوئی ثبوت معلوم ہوا کہ بے چارے علم سے کورے جہل سے آراستہ تھے ان کا یہ عالم کہ کبھی صغیرہ گناہ کا بھی تصور نہیں آیا اور دوسری جانب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گناہ کبیرہ کا بھی کچھ خیال ہو چلا تھا ۔ یہ ہے دیوبندی دھرم کی عصمت کا نمونہ ....

اکابر علمائے دیوبند کی غیرت ایمانی

مولوی رشید احمد گنگوہی جن کے اوصاف جلیلہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اس طرح بیان فرماتے ہیں :

"قطب عالم قدوۃ العلما غوث الاعظم
اسوۃ الفقہا جامع الفضائل والفواضل العلیۃ مستجمع
الصفات والخصائل البہیۃ السنیۃ حامی دین مبین
مجددزمان .... المولوی رشید احمد صاحب
محدث گنگوہی۔"
(تذکرۃ الرشید۔ جلد اول۔ ص ۲)

مولوی ظہورالحسن کسولوی بہ تصدیق حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد
صاحب و عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ میں، حضرت
گنگوہی (رشیداحمد) کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت
گنگوہی (رشیداحمد) اور حضرت نانوتوی (محمدقاسم)
کے مرید و شاگرد سب جمع تھے کہ حضرت گنگوہی
نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا
کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما
سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب
کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چارپائی
پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا

ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق
اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے
ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں
گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔"

(ارواح ثلٰثہ حکایت ۳۰۵ صفہ ۲۸۹)

ڈاکٹر دیکھا نانوتوی چیخ رہے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ آخر یہ گنگوہی صاحب کیا کر رہے تھے کہ وہ شرم سے فریاد کر رہا ہے اور اسے پرواہ ہی نہیں، کہتا ہے لوگ کہیں گے کہنے دو۔

اور مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اس واقعہ کی صداقت اور حقیقت مولوی رشید احمد کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد
قاسم صاحب (نانوتوی) عروس (دلہن) کی صورت
میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس
طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ
پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے
فائدہ پہنچتا ہے۔"

(تذکرۃ الرشید۔ جلد دوم۔ ص ۲۸۹)

ملاحظہ کیجیے! جو وہاں بیداری میں یہاں خواب میں بھی وہی

نظر آرہا ہے ڈاکٹر شب باشی پر جو کہ کنایہ ہے ماتم کررہا تھا سینہ پیٹ رہا ہے اور یہاں صراحتہً ذکر موجود ہے۔ اگر غیرت کا کوئی شمہ باقی ہے تو اپنے ان اکابر پر لعنت بھیجئے۔

ص اے اشک ڈوب مر تیری تاثیر دیکھ لی
الٹی ہنسی اڑی میری چشم پر آب کی

ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب "مطالعہ بریلویت" کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کے ذہنی اور علمی مفلسی اور بے مائیگی کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اولیاء کرام کا ذکر کر دیا جائے تو وہ اولیاء کرام کو مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کرکے ان کو (معاذاللہ) کافر قرار دے (حوالہ پیچھے گزرا)۔ اسکا ذہنی علمی دیوالیہ تو پہلے ہی نکل چکا ہے۔ بھلا اس میں عبارت کے سمجھنے کی لیاقت کہاں پھر لکھنا کار دارد۔ یہ ایک مجنوں کی بڑ ہے کہ جنون میں بڑ بڑائے جارہا ہے اور اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسے دیوانگی کے وار کررہا ہے جیسے کوئی شخص اپنے والد کے قاتل پر مدہوش ہوکر حملے کرتا ہے۔

پوری کتاب کا مطالعہ اور اسکا جواب لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ ہم صرف چند امور پر سے پردہ اٹھاتے اور اصلی چہرہ دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور اس کاوش سعید کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین آمین

بجاہ نبیک سیدالمرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ڈاکٹر کی ذہنی خباثت

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

" بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ پیر مریدوں کی پرائیویٹ زندگی کا بھی پورا نظارہ کرتے ہیں۔ خاوند اور بیوی خلوت میں ہوں تو فرشتے تو حیا کے باعث ایک طرف ہوجاتے ہیں لیکن بریلوی پیر اس وقت بھی پاس رہتے ہیں اور مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: سید احمد سلجماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری بیوی سے ہمبستری کی یہ نہ چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کی ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے۔

برابر نظارہ کرتا ہے۔ ملفوظات۔ ص ۲۹ "

(مطالعہ بریلویت صفحہ ۵۳)

پھر لکھتا ہے جس کا عنوان ہے۔ "ظلم اور فسق کی انتہا۔"

"پیر کو مرید کی بیوی کے پاس سلانے کی تجویز کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے لئے قطب الواصلین حضرت سید عبدالعزیز دباغ کا نام غلط استعمال کیا ہے اور ان پر ایک بڑا جھوٹ باندھا ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۵۳)

پھر لکھتا ہے:

"خانصاحب کا گھڑا ہوا ڈراما۔ خانصاحب نے کہانی اس طرح گھڑی گویا چار چارپائیاں علیحدہ علیحدہ دو جگہ پر تھیں ایک جگہ سید احمد سلجماسی اور ان کی ہمبستر بیوی تھیں اور دوسری جگہ دوسری بیوی اور پیر صاحب کا پلنگ تھا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۵۵)

ڈاکٹر کی علمی قابلیت کا تو یہ حال ہے کہ "گڑھا ہوا" کو "گھڑا ہوا" اور "گڑھی" کو اس طرح "گھڑی" لکھتا ہے۔ اب اصل عبارت الملفوظ کی ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے:

" عرض : حضور فنافی الشیخ کا مرتبہ کس
طرح حاصل ہوتا ہے ؟ ارشاد : (جواب عطا
فرماتے ہوئے ضمناً بیان فرماتے ہیں) انھیں
سیدی احمد سلمجماسی کے دو بیویاں تھیں۔
سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے
دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہیئے ۔ عرض کیا
حضور وہ اس وقت سوتی تھی ۔ فرمایا سوتی نہ تھی
سوتے میں جان ڈال لی تھی ۔ عرض کیا حضور کو
کس طرح علم ہوا ؟ فرمایا جہاں وہ سورہی تھی کوئی
اور پلنگ بھی تھا ۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی
تھا ۔ فرمایا اس پر میں تھا ، تو کسی وقت شیخ مرید
سے جدا نہیں ، ہر آن ساتھ ہے ۔"

(الملفوظ دوم صفحہ ۴۵ ۔ ۴۶)

اب تبریز اردو ترجمہ ابریز کی عبارت ملاحظہ فرمائیں ، یہ ترجمہ کسی بریلوی مولوی نے نہیں کیا ہے بلکہ تبریز شریف کے مترجم مولوی عاشق الٰہی میرٹھی جو دیوبندی ہیں وہ حضرت سلجماسی کا واقعہ بیان کرتے ہیں :

" (امام ہمام احمد سلمجماسی فرماتے

ہیں) ایک مرتبہ میری بیویاں ایک ہی گھر میں تھیں کہ ایک کو اپنے گھر میں رہنے سے کوئی عذر مانع ہوا تھا مکان میں چار پلنگ تھے دو پر وہ دونوں الگ الگ لیٹ گئیں اور تیسرے پر میں تنہا لیٹ گیا اور چوتھا خالی رہا۔ شب میں ایک بیوی سے ہمبستر ہوا کہ دوسری کو سوتا ہوا سمجھا۔ پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد اٹھا اور پہلی کو سوتا ہوا سمجھ کر دوسری سے ہمبستر ہوا حسب معمول جب زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مزاح کے طور پر حضرت نے فرمایا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت، دو بیویوں کو ایک گھر میں جمع کرنے اور دونوں سے صحبت کرنے کے متعلق؟ میں سمجھ گیا کہ میرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے لہذا عرض کیا کہ حضرت آپ کو کیسے خبر ہوئی فرمایا اور چوتھے پلنگ پر کون سویا تھا؟ میں نے کہا حضرت میں نے ہمبستری کی ہر ایک سے اس وقت جبکہ دوسری سو رہی تھی۔ فرمایا نہ پہلی سوتی تھی، نہ دوسری۔"

(تبریز اردو ترجمہ ابریز۔ حصہ اول۔ ص ۴۱ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفہام فرمایا "چوتھے پلنگ پر کون سویا تھا؟" اس پر تو کوئی سویا ہی نہ تھا خالی انداز گفتگو بتا رہا ہے کہ اس پر ہم تھے۔ چنانچہ اعلیٰحضرت نے حکایت کا خلاصہ اپنے انداز میں بیان فرمایا۔ قاری صاحبان بغور مطالعہ فرمائیں اور مفتری کذاب پر لعنۃ اللہ علی الکذبین پڑھیں جس حکایت میں چار پلنگ ذکر کیے گئے اعلیٰحضرت نے تو چار پلنگ کا ذکر بھی نہ کیا صرف ایک خالی پلنگ کا ذکر بیان فرمایا اور بتایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا یہ کذاب مفتری مرید کی بیوی کے پاس پیر کو سلاتا ہے۔ یہ حضرت غوث زماں عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان لئیم اور ظلم عظیم ہے نیز دوسرے واقعہ میں اس کی صراحت پوچھتے ہیں:

> "حضرت ممدوح سے تعارف کا شروع زمانہ تھا کہ میرے ایک بچے کا انتقال ہو گیا۔ اس کی ماں کو بڑا صدمہ ہوا کیونکہ اس سے پہلے اس کا ایک بچہ اور مر چکا تھا۔ میں اس کو تسلی دینے لگا کہ میں نے حضرت احمد ابن عبداللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں بچوں کو دیکھتا ہوں اور پھر جو کچھ ان کو آئندہ زندگی میں پیش آنے والا ہے اس پر نظر کرتا ہوں تو مجھے بڑا ترس آتا ہے کہ

ان لاڈلوں کو ہماری طرح بہت کچھ پاپڑ بیلنے ہیں
اس لئے جو بچپن ہی میں دنیا سے اٹھ گیا وہ سب
آفتوں سے بچا رہا اور تمھارا بچہ بھی انتقال کر گیا
لہذا خوش ہو کہ ہر قسم کے افکار معاش و معاد سے
محفوظ رہا۔ صبح کو جب حضرت شیخ کی خدمت میں
حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا رات تم اپنی بیوی سے
یہ باتیں کہہ رہے تھے اور میری ساری تقریر نقل
فرمادی ۔ حضرت ممدوح سینہ کی کسی تکلیف کے
سبب لونگ کھایا کرتے تھے اور جب آپ سانس
لیا کرتے تو اس کی خوشبو مہکتی تھی جسے میں دن
بھر سونگھا کرتا تھا پھر ایسا ہوا کہ رات کے وقت
اپنے گھر میں بھی باوجودیکہ دروازے بند ہوتے
تھے بعینہ یہی خوشبو گھر کے اندر بار بار مہکتی تھی
میں نے اس پر غور کیا اور بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ
اسے بھی حضرت کے ساتھ محبت تھی اور حضرت
بھی اس کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے ہم
دونوں کو یہ خوشبو سونگھتے ہوئے جب ایک مدت
گزر گئی تو میں نے ایک دن حضرت سے ذکر کیا کہ
آپ کے دہن مبارک کی خوشبو رات کے وقت

ہمیں اپنے گھر آیا کرتی ہے اور ہم اسے ہمیشہ
سونگھا کرتے ہیں کیا آپ ہمارے پاس ہوتے
ہیں؟ فرمایا جی ہاں!"

(تبریز ترجمہ ابریز۔ حصہ اول۔ ص ۲۹)

غور فرمائیے! کہ حضرت احمد سلمجماسی پوچھ رہے ہیں کیا آپ ہمارے پاس ہوتے ہیں؟ حضرت غوث زماں عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمارہے ہیں (مولوی عاشق الٰہی کی زبان میں) "جی ہاں۔" اس سے معلوم ہوا کہ ظلم و انتہائے فسق کا حکم لگانا اور ان امور کو خلاف دین بتانا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں بلکہ حضرت احمد سلمجماسی اور حضرت عبدالعزیز عباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر حکم لگانا ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف بہانہ بنایا ہے، قلب و ذہن کی سیاہی تو صفحہ قرطاس پر برس رہی ہے۔

تفریق بین المسلمین

ڈاکٹر خالد محمود، اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریک تفریق بین المسلمین کا بانی کہتے اور لکھتے ہیں:

"تحریک تفریق کے بانی۔ اس تحریک
کے بانی مولانا احمد رضا خاں متوفی ۱۹۲۱ء گزرے
ہیں آپ کی نصف صدی کی جدوجہد سے پاک و

ہند کے اہل سنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۶۲)

اور اپنے قلب کی سیاہی صفحہ قرطاس پر بکھیرتے ہوئے ایک حوالہ مولانا قاری احمد صاحب سے منسوب کر کے پیش کرتے ہیں کہ:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال
اسی جدوجہد میں منہمک رہے، یہاں تک کہ دو
مستقل مکتب فکر قائم ہوگئے۔ بریلوی، دیوبندی۔"

پھر اسی صفحہ پر اپنے نامہ اعمال کی تاریکی کا ثبوت دیتے ہوئے مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت
سے اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دینداری بھی تھی
غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا
اعتبار بھی۔ رعب وہیبت بھی قوت وشوکت بھی۔
کفار ان کے خوف سے کانپتے تھے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۶۳)

پہلا حوالہ سوانح اعلیٰحضرت مولانا قاری احمد صاحب پیلی بھیتی کا، دوسرے کا کوئی حوالہ نہیں، قاری احمد صاحب کی سوانح اعلیٰحضرت فقیر کے پاس نہیں ورنہ اصل عبارت اور اس کا ماقبل و مابعد دیکھ لیا جاتا، دوسری عبارت کا کوئی ثبوت نہیں کہ کس کتاب

سے نقل کیا مگر قرینہ چاہتا ہے کہ انہوں نے بالکل صحیح فرمایا۔ پہلی عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ صدی سے پہلے جب تک اسمٰعیل دہلوی نجد سے وہابیت کو نہ لائے تھے مسلمانوں میں کوئی دینی، مذہبی اختلاف نہ تھا مگر جب وہابیت کو نجد سے اٹھاکر مولوی اسمٰعیل ہندوستان میں لائے اور کتاب "تقویت الایمان" لکھی گئی اس وقت سے مسلمانوں میں اضطراب اور افتراق پیدا ہوگیا اور دین و مذہب کی بنیادوں میں کیڑے پیدا ہوگئے جو وہابیت کے ڈالے ہوئے دیوبندیت کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیڑوں کو دین کی بنیادوں سے نکالا جن کو ایک مستقل مکتب فکر دیوبندی کے نام سے جدا کردیا تو ان دشمنان دین نے اصل دین اسلام و مذہب مہذب اہلسنت کو "بریلوی" کے نام سے موسوم کردیا۔

تفریق بین المسلمین کا بانی

ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" سے متاثر ہوکر "تقویت الایمان" نامی ایک کتاب لکھی اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا۔ علمائے اہلسنت اور خاص طور پر خاتم الحکماء علامہ محمد فضل حق صاحب خیر آبادی علیہ الرحمہ نے تحریری اور تقریری طور پر اس کا ردفرمایا۔ کتاب "تقویت الایمان" کیا ہے؟ یہ قرآن کریم کے خلاف

ایک مجرمانہ سازش کا آغاز ہے۔ "تقویت الایمان" کو جاننے کے لئے ہماری کتاب "تقویت الایمان بمقابلہ عظمت قرآن" کا مطالعہ کیجئے۔ یہ فتنوں کی بنیاد تھی کہ اس کے بعد فتنے جنم لیتے رہے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے ایک کتاب مسمیٰ "تحذیرالناس" لکھی جس میں صاف لکھ دیا کہ آیت خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کے نزدیک اول و آخر آنے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں اور پھر لکھ دیا کہ بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یہ کتاب "تحذیرالناس" ۱۸۷۲ء میں لکھی گئی اور اب تک برابر طبع ہوکر اشاعت پذیر ہے۔ فقیر کے پاس اس کتاب کے دو نسخے ایک مطبوعہ دیوبند دوسرا مطبوعہ کراچی موجود ہے اسی کتاب "تحذیرالناس" کو سند بناکر غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا جو ایک فتنہ کی شکل میں موجود ہے۔ نیز مولوی اسمٰعیل کی کتاب "یکروزی" کی معاونت میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا فتویٰ صادر کیا کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے اور کتاب "براہین قاطعہ" میں لکھ دیا کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب کسی نے جدید نہیں نکالا .... الخ۔ اس کے علاوہ اپنی اسی کتاب "براہین قاطعہ" میں شیطان لعین کے لئے علم محیط زمین کو نص (قرآن وحدیث) سے ثابت مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے

ثابت کرنا شرک ٹھہرایا۔ ملاحظہ کیجئے شرک کا معنیٰ خدا کا شریک تو یہ مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد بالاتفاق شیطان لعین کو خدا کا شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ (معاذاللہ۔ استغفراللہ)

مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک کتاب مسمیٰ "حفظ الایمان" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر کلام کرتے ہوئے لکھ دیا "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔"

الحاصل وہابیت نے اس قسم کے بے شمار فتنے پیدا کر دیئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو دیوبندیوں سے سخت نفرت ہو گئی جیسا کہ مولوی محمد زکریا محدث سہارنپوری کے بیان سے ظاہر ہے ہم اس کا ذکر پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہو گیا کہ افتراق بین المسلمین کے مجرم یہ دیوبندی اور وہابی ہیں جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ کتاب "مطالعہ بریلویت" موجود ہے۔

مکفر المسلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"دنیا میں اس تکفیری مہم کا کیا اثر رہا اور لوگوں نے احمد رضا خاں کے متعلق کیا عمومی

اثرات قائم کیے اسے انہی کے ایک معتقد کی
زبان سے سنیئے:

ص مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

"آج سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے
سے جھجکتا ہے عام طور پر امام احمد رضا خاں کے
متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین، مسلمانوں کو
کافر گردانںے والے تھے بریلی میں انہوں نے
کفرساز مشین نصب کر رکھی تھی آج ایشیاء میں
جتنے بھی سائنسی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر
کام تو درکنار نام بھی نہ ملے گا۔ (ماہنامہ المیزان
بمبئی احمد رضا نمبر۔ ص ۲۹) المیزان بمبئی کا یہ
تبصرہ بالکل درست ہے سنجیدہ انسان واقعی بریلوی
کہلانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ مضمون نگار
اس صورتحال پر بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں مگر
اس میں پریشانی کی کوئی وجہ نہیں جیسا مولانا احمد
رضا کا کام تھا اسی کے مطابق ان کی شہرت ہوئی۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۱)

ڈاکٹر خالد محمود کو پہلے اپنے علم و فہم پر ماتم کرنا چاہیے۔ اس
مفلس کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ مصرعے پر نشان "ع" کا ہوتا ہے۔

" ــــہ " نشان شعر ہونے کی علامت ہے۔

ملاحظہ کیجیئے کہ ڈاکٹر خود اقراری ہے کہ المیزان کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے اگر اس کا یہ کہنا حق اور سچ ہے تو المیزان کی پوری عبارت کو نقل کیوں نہ کیا درمیان سے ایک ٹکڑا اٹھا کر لکھ دیا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ :

مثال نمبر ۱ : ڈاکٹر خالد کہتے ہیں کہ فرعون ہمارا امام ہے اس کی عظمت کے ڈنکے تمہارے قرآن میں موجود، خدا نے بذات خود فرعون کا ذکر کیا اور اپنے کلیم کو فرمایا اذھب الی فرعون " تم فرعون کی طرف جاؤ۔"

مثال نمبر ۲ : کوئی ڈاکٹر کا ساتھی یہ کہے کہ ڈاکٹر خالد کہتے ہیں کہ شراب حرام نہیں بلکہ حلال ہے صرف شراب کے نشے میں نماز پڑھنا منع ہے، قرآن کریم میں ہے لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ۔"

مثال نمبر ۳ : کوئی ڈاکٹر کا ساتھی دوست یہ کہے کہ ڈاکٹر خالد کہتے ہیں کہ مسلمان نماز کیوں پڑھتے ہیں، قرآن میں تو فرمایا ارایت الذی ینھی ○ عبدا اذا صلیٰ تو دیکھا کہ وہ منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

مثال نمبر ۴ : کوئی ڈاکٹر کا دوست اعلان کرے کہ ڈاکٹر خالد فرماتے ہیں کہ برائی کا حکم دو اور بھلائی سے لوگوں کو روکو، قرآن شریف میں ہے یامرون بالمنکر و ینھون عن المعرف " یعنی برائی کا

حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔" اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں مگر ہم نے صرف چار مثالوں پر اکتفا کیا۔ ان مثالوں میں ہر مسلمان یہی کہے گا کہ ارے ڈاکٹر تو اپنے مذہب نامہذب کی بات کرتا ہے جو تیرا دین ہے وہ ہمارا دین نہیں دیکھ! وہی المیزان جس کا تو نے حوالہ پیش کیا اور اس پر اعتماد کا دعویٰ کیا اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم اس ہی المیزان کا پورا بیان نقل کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ تو کتنا سچا ہے۔ یہ المیزان امام احمد رضا نمبر ہے۔ المیزان بہ عنوان "آج دنیا کو احمد رضا چاہیے"

"امام احمد رضا کا مختصر ترین تعارف یہ ہے کہ افغان نسل کے ایک خوشحال اور متمول گھرانے میں بریلی کی سرزمین پر ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ولادت ہوئی۔ اپنے والد سے تعلیم پائی خداداد صلاحیتوں نے چودہ سال کی عمر میں ۱۸۶۹ء میں مسند افتاء کا ذمہ دار بنادیا۔ ۱۸۷۷ء میں خانوادہ برکاتیہ کے ارادت کیشوں میں شامل ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں حج کی سعادت حاصل کی جہاں علماء حرمین وطیبین نے سند واجازت سے نوازا۔ دوسری بار ۱۹۰۵ء میں حج و زیارت کو گئے مکہ معظمہ میں آٹھ گھنٹے کے اندر الدولۃ المکیہ تصنیف فرمائی

جسے دیکھ کر علماء حرمین نے اپنا امام تسلیم کیا۔
اسی سفر میں ہند کے چند علماء سوء (دیوبندیوں) کی
دریدہ دہنیوں پر علماء عرب سے آخری فیصلہ
حاصل کیا جسے حسام الحرمین کے نام سے جانا جاتا
ہے۔ ۱۹۱۱ء میں قرآن عظیم کا شاندار ترجمہ
کنزالایمان کیا۔ ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔ ۱۸۵۶ء سے
۱۹۲۱ء تک کی ۶۵ سالہ حیات میں امام احمد رضا
نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و
رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے بھرپور
ترجمہ قرآن دیا۔ ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی
مسائل کا خزانہ فتاویٰ رضویہ کی شکل میں عطا کیا۔
اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵
سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے
میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے
نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا
جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر
اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش
چھوڑے لیکن افسوس کہ اس جاندار حقیقت کی
معرفت والے اب تک اپنا حق ادا نہ کرسکے۔ آج

ہم سن عیسوی کے چھترویں (۷۶) سال میں داخل ہوچکے ہیں اور امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم ۵۵ برس کے بعد ۵۵ کتابیں بھی نہ پیش کرسکے ۔ اب تک جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں اگرچہ بعض حضرات نے جزوی کوششیں کیں لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کے مطابق نہیں ۔ زندہ قوم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو اجاگر کرے اور ان کی شہرت کو چارچاند لگائے مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات، امام احمد رضا کو ابتک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کرسکے ۔ ابن عبدالوہاب سے لے کر ابوالاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں سب کی سوانح حیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا ۔ یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجیے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا ۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں ۔ امام احمد رضا کے گیت ہمارے اسٹیج پر گائے جاتے ہیں لیکن یہ دعویٰ کرنا مشکل ہوگا کہ امام

تمام یونیورسٹیوں ، کالجوں ، دانش گاہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کی سچی ، صحیح ، مستند ، مدلل و مکمل اور جدید سوانح نگاری کے تقاضوں پر سوانح حیات لکھی جائے ۔ آپ کے علمی کارناموں پر تحقیقات کی جائے ۔ غرضیکہ آپ کو اپنوں سے نکال کر بیگانوں تک پہنچایا جائے ۔ آل انڈیا سنی لیگ کی مرکزی مجلس رضا نے انہیں خطوط پر کام کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

تہمتوں کے انبار ایک طرف ہماری سرد مہری کا یہ عالم کہ ان پر کتابیں لکھنا تو ایک طرف خود ان کی بہت سی کتابیں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں جبکہ دوسری جانب مسلسل تقریر و تحریر کے ذریعہ امام احمد رضا کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا ہے ان کی گراں خدمات کا اعتراف تو بڑی بات ان پر تہمتوں کے انبار ہیں ۔ یہ سلسلہ برس دس برس سے نہیں ، نصف صدی سے جاری ہے ۔ غیر شعوری نہیں منظم طریقے پر ہند ہی میں نہیں ایشیاء

و یورپ کے تمام ممالک میں ، جس کا لازمی نتیجہ
یہ نکلا کہ آج سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے
جھجکتا ہے ۔ عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق
مشہور ہے کہ وہ مکفرالمسلمین تھے مسلمانوں کو کافر
گرداننے والے تھے ، بریلی میں انہوں نے کفرساز
مشین نصب کر رکھی تھی ۔ آج ایشیاء میں جتنے بھی
تحقیقاتی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو
درکنار نام بھی نہیں ملے گا ۔ سوانح نگاری اور
تاریخ نگاری ، تعصب و تنگ نظری کی بھٹی پر
چڑھادی گئی ہے ۔ امام احمد رضا سے اختلاف کے
جذبے نے ان کے سارے کارناموں پر پانی
پھیردیا ۔ امام احمد رضا اس ہیرے کی مانند ہیں جو
اپنی تابناک شعاعوں سے عالم کو منور کرنا چاہ رہا
ہو لیکن اس پر غلط فہمیوں ، الزام تراشیوں کی خاک
ڈال کر چھپانے کی کوشش کی جاتی رہی ہو ۔
وقت کا یہ کتنا عظیم المیہ ہے کہ ایک فریق کے
چہروں پر تاریخ و تذکروں کی بھرپور روشنی نچھاور کی
جائے اور دوسرے فریق کا ذکر ضمناً بھی نہ آنے
دیا جائے ۔ کاش ہمارے مصنفین اور اصحاب دانش

فراخدلی و اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے امام احمد
رضا کے مؤقف کا تجزیہ کرتے اور اساطین دیوبند
سے اختلاف کی بے لاگ چھان بین کرتے تو آج
بہت سی تلخیوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ ضرورت ہے
کہ اختلاف کی اہمیت کو ٹھیک انداز سے سمجھنے اور
سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ موجودہ نئی نسل
بلا جھجک امام احمد رضا خاں کے قریب آئے۔"

(ماہنامہ المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر۔ ص ۲۸۔۲۹)

ہم نے ماہنامہ المیزان کی وہ عبارت جو ڈاکٹر نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی، پوری نقل کر دی ہے۔ ڈاکٹر اس کے بارے میں کہتا ہے کہ المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے اور جلی قلم کا لکھا ہوا عنوان "تہمتوں کے انبار" سے آنکھ بند کرلی یا قدرت کی طرف سے ہی بند ہوگئی۔ تبصرہ کے درست ہونے کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ تہمت اور بہتان جو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات پر دشمنوں نے لگائے ہیں وہ جھوٹ ہیں اور امام احمد رضا کا دامن ان تہمتوں سے پاک ہے مگر منافق کی منافقت کی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ کما قال تعالی : واللہ یشھدان المنفقین لکذبون ○ یہی ان کے دین و ایمان کا طرہ امتیاز ہے۔ یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ باغ میں ہر قسم کا آدمی اور جانور جاتا ہے

جو جس کا شیدا ہوتا ہے وہ اسی چیز کو تلاش کرتا ہے کوئی پھول کا طالب ہے کوئی پھل کو تلاش کرتا ہے کوئی برگ و گھاس کھاتا اور کوئی سوَر، کوئی پاخانے کی جستجو میں سرگرداں ہے جہاں پاخانہ پایا وہیں دوڑ کر منہ مارا۔ یہ مفلس کنگال علم و فہم سے حجاب ان کو وہی اشیاء مطلوب و محبوب جن پر اس کے دین کی بنیاد ہے۔ ایسوں ہی کے حق میں ارشاد ہوا: صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔

مولوی اسمٰعیل اور علماء اسلام

ڈاکٹر خالد محمود کے معتبر تبصرہ نگار جن پر ڈاکٹر اعتماد کرتے اور کہتے ہیں "المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے" اس تبصرہ میں یہ عبارت موجود ہے:

"سب جانتے ہیں کہ ہند میں گروہ وہابیہ کے بانی مولوی اسمٰعیل دہلوی پر تیرہویں صدی ہجری کے تمام علماء اسلام نے بالاتفاق کفروارتداد کا شرعی حکم نافذ فرما دیا تھا امام احمد رضا سے پہلے جن اخیار امت نے وہابیت اور وہابی سربراہوں کے خلاف جہاد بالعلم فرمایا انکی مختصر فہرست ذیل میں ہے:

(۱) حضرت علامہ منور الدین دہلوی (مولانا ابو الکلام آزاد کے پرنانا) (۲) حضرت

علامہ سید اشرف علی مدعو گلشن آبادی (ناسک)
(۳) حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
(۴) حضرت علامہ مخصوص اللہ (حضرت شاہ
عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے)
(۵)حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی رفیع الدین
صاحب کے صاحبزادے (۶) حضرت علامہ فضل
حق خیرآبادی (تحریک آزادی کے سالار)
(۷)حضرت علامہ خیرالدین مکی (ابو الکلام آزاد
کے والد) (۸) حضرت علامہ عبدالحق خیرآبادی
(۹)سید ابوالحسین احمد نوری مارہرہ شریف
(۱۰)حضرت علامہ نقی علی خاں ،امام احمد رضا کے
والد (۱۱) حضرت سید آل رسول مارہروی (امام
احمد رضا کے مرشد) (۱۲) حضرت علامہ عبدالعلی
رامپوری (۱۳) حضرت علامہ نور فرنگی محلی لکھنوی
(۱۴) حضرت علامہ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآباد
(۱۵) حضرت علامہ محمد حسن کانپوری (۱۶)حضرت
علامہ محمد حسین الہ آبادی (۱۷) حضرت علامہ
عبدالوہاب لکھنوی (۱۸) حضرت علامہ قاضی
شہاب الدین المہری بمبئی (۱۹) حضرت علامہ سید

محمد ابراہیم بغدادی بمبئی (۲۰) حضرت علامہ غلام احمد اسلام آبادی بھمیڑی۔

یہ وہ دینی رہنما ہیں جنھوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے امام الوہابیہ (اسمٰعیل دہلوی) کا رد بلیغ فرمایا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کو کافر و مرتد ثابت کیا سینکڑوں کتابیں لکھ کر طوفان وہابیت کی روک تھام کی۔ مذکورہ علماء میں وہ لوگ بھی ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی سے خونی رشتہ رکھتے ہیں لیکن جادہ حق پر چلنے والوں کی نظر میں قرابت داری کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل ایمان اور صرف ایمان ہے۔"

(ماہنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر۔ ص ۳۳۔۳۴)

ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ "مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر کہنے کی جرائت نہ کرنا حق کا اعجاز اور مظلوم کی آہ کا اثر ہے۔" (مطالعہ بریلویت۔ ص ۱۹۱) پھر یہ کہنا کہ "مولانا اسمٰعیل دہلوی کو کافر قرار دینا کوئی آسان بات نہ تھی بعض علماء جو حضرت مولانا اسمٰعیل دہلوی سے بعض مسائل میں اختلاف بھی رکھتے تھے وہ بھی مولانا اسمٰعیل کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتے تھے۔" (مطالعہ بریلویت۔ ص ۹۴) یہ ڈاکٹر کا دجل و فریب ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی اس تحریک اور کتاب

"تقویت الایمان" کے خلاف عالم اسلام میں ہنگامہ برپا ہوگیا، تمام علماء عالم نے اس سے اختلاف ہی نہیں بلکہ احتجاج کیا اور ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ بعض مسائل، تو مسائل کی بات نہ تھی بلکہ کفر و اسلام کی بات تھی جب ہی تو علماء کرام نے مولوی اسمٰعیل کو کافر و مرتد قرار دیا۔ ہم نے صرف ڈاکٹر کے تسلیم شدہ تبصرہ سے ایک حصہ جس میں عالم اسلام کے جید بیس علماء کرام کے اسماء گرامی پیش کیئے۔ اس تبصرہ کے متعلق ہی تو کہتا ہے کہ المیزان کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے۔ زبان و قلم سے اقرار و تکرار ہے، قلب سے انکار ہی انکار ہے یہی تو منافق کا نشان ہے۔ رہا امام احمد رضا کا مولوی اسمٰعیل کی تکفیر میں بربنائے احتیاط سکوت اختیار کرنا موجب الزام ہی نہیں، اگر انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں فرمایا تو مسلمان بھی نہیں کہا بلکہ فرمایا وہ مثل یزید ہے، اگر کوئی کافر کہے گا ہم منع نہ کریں گے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ کافر تھا اگر کافر نہ ہوتا تو ضرور منع فرماتے اس پر زجر و تنبیہ کرتے۔

ڈاکٹر خالد محمود اقرار کر رہے ہیں کہ المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے پھر اس کا انکار کیوں؟ ایسوں ہی کی بابت اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون ○ " (اے محبوب) جب منافق

تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں ۔" چنانچہ ڈاکٹر خالد بھی تبصرہ کی صداقت کا اقرار کرتے اور کہتے ہیں کہ بالکل درست ہے مگر جلی قلم کا لکھا ہوا عنوان "تہمتوں کا انبار" سے آنکھ بند کرلی اور اس حقیقت کا انکاری پہلو پیش کیا اس لئے کہنا پڑے گا کہ ڈاکٹر خالد فرعون کو اپنا امام ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ کا یہ حصہ اذھب الی فرعون پیش کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو خدا خود فرعون کا ذکر کرتا ہے اور اپنے کلیم موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ تم فرعون کی طرف جاؤ ۔ جس سے فرعون کی عظمت اور خدا کے نزدیک (معاذاللہ) اس کو تقرب حاصل ہونے کی دلیل ہے ۔ چنانچہ فرعون کو ہم اپنا امام مانتے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں ۔ یہ مثال ہے ڈاکٹر کے قطع برید کی ۔

اس کی مخالفت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہی اعتقادی اختلاف (عقائد وہابیہ) تھا ۔ حضرت مولانا شیخ عبدالغفور اخوند سواتی درانی سرداروں کے پیر تھے ۔ ابتداءً آپ بھی سید صاحب کے موافقت میں تھے لیکن مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے متنفر ہوکر وہابی مجاہدین کے خلاف تضلیل کا فتویٰ دیا ۔ آپ کے ہمنوا علماء میں حضرت مولانا میاں نصیر احمد المعروف قصہ خوانی ملا ، حضرت مولانا

حافظ دراز پشاوری شارح بخاری اور ملا عظیم اخوند زادہ وغیرہ سرفہرست تھے۔ ان علماء کرام کے فتوے کے علاوہ ہندوستان سے بھی ایک فتویٰ آیا تھا جو سلطان محمد خاں رئیس پشاور کے پاس موجود تھا۔ غلام رسول مہر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس ملاقات میں سلطان محمد خان نے ایک فتویٰ یا محضر خریطے سے نکال کر سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا اس پر بہت سی مہریں ثبت تھیں محضر میں خوانین سمہ سے خطاب تھا۔ مضمون یہ تھا کہ سید احمد چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں جو بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے سب کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔ عجب نہیں تمہارا ملک چھنوادیں جس طرح بھی ہو سکے انہیں تباہ کرو اگر اس باب میں غفلت اور

سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے
سوا کچھ نہ پاؤ گے۔"

(سید احمد شہید۔ ص ۶۵۹)

غلام رسول مہر نے فتویٰ پر مواہیر کا ذکر تو کیا لیکن ان علماء کرام کے نام کسی مصلحت کی بنا پر ذکر نہ کیئے جو فتوے کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری تھا لیکن مہر صاحب کی دوسری تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ہندوستان سے آیا تھا جب سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کے سپاہیوں کا قتل عام کیا تو سید صاحب نے بعض افراد کو اس کا سبب معلوم کرنے بھیجا۔ سرحدی مسلمانوں نے جو کہا وہ مہر صاحب سے سنیئے:

"ہمارے پاس سلطان محمد کے خط آئے تھے کہ ہندوستان کے علماء نے ہندوستانی غازیوں کو بدعقیدہ اور انگریز کا جاسوس قرار دیا ہے، یہ تمہارا ملک بھی چھنوا دیں گے اور دین و مذہب کو بھی خراب کریں گے۔"

(غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۷۰۰)

پنجاب میں جو کہ رنجیت سنگھ کے زیر حکومت تھا سید صاحب کے عقائد کو اتنی وضاحت سے کوئی جاننے والا نہ تھا سید صاحب کے خاص رکن مولوی جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

"میری موجودگی ہند کے وقت شاید
پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان
موجود نہ تھے۔"

(تواریخ عجیبیہ۔ ص ۱۸۴)

وہابیت کا پرچار دہلی ہی سے شروع ہوا اس وقت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے دو صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، متوفی ۱۲۷۱ھ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب دہلوی، متوفی ۱۲۵۹ھ اور مولانا رشید الدین دہلوی، متوفی ۱۲۵۹ھ اس وقت بقید حیات تھے اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مولانا عبدالحیٔ بڑھانوی مولوی اسمٰعیل دہلوی کو وہابیہ عقائد پر مناظرہ میں شکست دے چکے تھے پھر فتوے میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا تھا اس وقت دہلی والے ہی ان باتوں سے صحیح طور پر آگاہ تھے معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ وہیں ہی سے آیا تھا۔ امام احمد رضا تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور فتویٰ امام احمد رضا نے نہ لکھا تھا جیسا کہ ڈاکٹر کا ہذیان ہے اور تفریق بین المسلمین اور تکفرین وغیرہ کا مجرم امام احمد رضا کو بتاتا ہے۔ یہ فتویٰ دہلی کے ممتاز علماء میں مولانا رشیدالدین خاں، مولانا مخصوص اللہ، مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی، مولانا کریم اللہ اور مولانا محمد شریف تھے جس کا انکار کرتے سید صاحب سے نہ بنی۔ اس اعتقادی اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے شیخ اکرام لکھتے ہیں:

"بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی
سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے بلکہ
عقائد کھٹکتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور
علماء کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم
ہوگیا مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب
القتل ہونے کے فتوے دیئے گئے۔"
(موج کوثر۔ ص ۲۳)

امام احمد رضا کی ولادت باسعادت کے قبل یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور ڈاکٹر مورد الزام امام احمد رضا کو بنا رہے ہیں۔ یہ تاریخ نگار تو وہابیہ کے معتبر اراکین سے ہیں جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ تفریق بین المسلمین کے مجرم مولوی اسمٰعیل اینڈ پارٹی وہابیہ ہے۔ والحمدللہ رب الغلمین۔

اس لئے سلطان محمد خاں کی نام نہاد مجاہدین سے جنگ ہوئی تو اس نے بھی اس وہابیہ عقائد کے اختلاف کو صاف الفاظ میں بیان کیا جس کو غلام مہر لکھتے ہیں:

"جہاد کی باتیں ابلہ فریبی کا کرشمہ ہیں۔
تم لوگوں کا عقیدہ برا اور نیت فاسد ہے۔ بظاہر
فقیر بنے بیٹھے ہو۔ دل میں امارت کی ہوس
ہے۔ ہم نے خدا کے نام پر کمر باندھ لی ہے کہ

تمہیں قتل کریں تاکہ زمین تمہارے وجود سے
پاک ہو جائے۔"

(سید احمد شہید۔ ص ۶۱۴)

مولوی محمد ذکریا محدث سہارنپوری کا بیان پیچھے گزرا جس میں انہوں نے بتایا کہ معروف دیوبندی کسی مسجد میں نماز پڑھ لیتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔ یہ ناپاک وجود وہابیہ کے روپ میں ظاہر ہوا اور اس سے دیوبندی اور اہلحدیث (غیر مقلد) وغیرہ نے جنم لیا جو آج بھی مسلمانوں پر عذاب بنے ہوئے ہیں۔

داستان وہابیت

جناب شوکت صاحب صدیقی جو ایک غیر جانبدار معروف صحافی ہیں، ان کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

"اہلسنت اور وہابیوں کے اختلافات
لگ بھگ ڈھائی سو سال پرانے ہیں۔ان اختلافات
کا آغاز تحریک وہابیت سے ہوا جس کے بانی محمد
ابن عبدالوہاب نجدی تھے۔ وہ ۱۷۰۳ء میں اعینہ
کے مقام پر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم
بصرہ اور مدینہ منورہ میں حاصل کی۔ عربوں کے
اس وقت کے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لئے

آواز بلند کی اور اتحاد اور اصلاح کے نام پر چاروں فقہا، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ کی تعلیمات پر دل آزاری اور گستاخی کی حد تک سخت تنقید کی اور ان کے پیرو مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے جوش خطابت میں احادیث کو "خرافات کا پلندہ" بتایا اپنے رسالوں اور اپنی تصانیف میں اسوہ رسول کو کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی اور برملا ایسی باتیں کہیں جن سے تکفیر کی بو آتی تھی چنانچہ وہ حکام کی خفگی اور عتاب کے مورد بنے، انہیں جلاوطن کردیا گیا۔ آخر انہیں "داریہ نجد" کے ہمسایہ حکمران امیر محمد ابن مسعود کے دربار میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ رفتہ رفتہ وہ امیر مسعود کی حکومت کے دینی پیشوا اور نگراں بن گئے۔ دونوں نے ملکر ترکوں کے خلاف جنگ کی اور ۱۷۶۵ء تک نجد کا ایک بڑا حصہ فتح کرلیا۔ اس سال امیر محمد مسعود کا انتقال ہوا اور ان کا بیٹا عبدالعزیز ان کا جانشین ہوا۔ امیر عبدالعزیز کے عہد میں نظام حکومت براہ راست

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی نگرانی میں آ گیا۔
۱۷۹۲ء میں ابن عبدالوہاب کا انتقال ہوا مگر جب
تک وہ زندہ رہے اپنے نجد کی حکومت اور ان کے
حکمران ان کے زیر نگیں رہے انہوں نے نجد کے
لوگوں کو اپنے عقائد میں اس طرح ڈھالا کہ مسلمانوں
میں ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو وہابی کہلایا۔

مکہ معظمہ پر قبضہ کے کچھ ہی عرصہ کے
بعد امیر عبدالعزیز کو ایک ایرانی نے قتل کردیا اس
کا بیٹا سعود ابن عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا۔
۱۸۰۶ء میں اس نے مکہ اور مدینہ پر جو وہابیوں کے
ہاتھوں سے نکل گئے تھے ایک بار پھر ترکوں سے
چھین کر قبضہ کرلیا۔ امیر سعود نے اس کے بعد حجاز
میں اپنی طاقت مستحکم کی اور وہابیوں کو اپنی اس
جدوجہد میں جو خلافت عثمانیہ اور عرب ممالک پر
تسلط کے خلاف تھی انگریزوں کی پشت پناہی حاصل
تھی۔ انگریز اور دوسری یورپی طاقتیں سلطنت
عثمانیہ کی یورپی عرب اور افریقی مقبوضات پر
عرصہ سے دانت لگائے بیٹھے تھے اور اس
کوشش میں تھے کہ ترکوں کو داخلی خلفشار میں

مبتلا کرکے فائدہ اٹھایا جائے وہابیوں نے ان کے اس منصوبے کو کامیاب بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ (پھر صدیقی صاحب لکھتے ہیں) مگر ترک حکمران جلد ہی وہابیوں اور ان کے پشت پناہ انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی خطرے سے باخبر ہوگئے او انہوں نے وہابیوں کی سرکوبی کے لئے مصر کے محمد علی پاشا سے مدد مانگی۔ محمد علی پاشا نے ۱۸۱۶ء میں اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کی زیر کمان ایک فوجی مہم وہابیوں کے خلاف روانہ کی اس وقت امیر سعود کا بیٹا ان کے انتقال کے بعد برسراقتدار آیا تھا۔ ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے اسے شکست دی اور گرفتار کرکے قسطنطنیہ بھیج دیا جہاں اسے قتل کردیا گیا (پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں) مگر پہلی عالمی جنگ کے دوران وہابیوں نے خلافت عثمانیہ کے اقتدار کو حجاز اور دوسرے ممالک سے ختم کرنے کے لئے ایک بار پھر انگریزوں کی امداد و حمایت سے اپنی مہم کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۸ء میں ترکوں کی شکست کے بعد وہ دوبارہ برسراقتدار آگئے مگر ان کی سلطنت آزادانہ نہ تھی

ان کی حیثیت انگریزوں کی تو آبادی سے زیادہ نہ تھی (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) جو مسلمان اپنے عقیدے کے اعتبار سے وہابی کہلاتے ہیں وہ متحد و مشترک نہیں بلکہ تین مختلف خانوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ "اہل حدیث" "دیوبندی" "جماعت اسلامی" (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) جہاں تک دیوبندیوں کا تعلق ہے وہ عقائد کے اعتبار سے کلیات میں اہل حدیث سے مطابقت رکھتے ہیں مگر جزئیات میں دونوں کے درمیان فرق ہے۔"

(اقتباس الفتح کراچی۔ ۱۴ تا ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۵ تا ۱۷)

اس اقتباس مضمون جناب شوکت صاحب صدیقی سے یہ بات واضح ہو گئی کہ (۱) وہابی انگریزوں کی حمایت اور امداد سے حجاز مقدس پر قابض ہوئے اور انگریزوں کے پیروں پر چل کر آئے۔ (۲) تفریق بین المسلمین کے مجرم وہابی ہیں۔ (۳) مکفر المسلمین بھی وہابی ہیں۔

چنانچہ حسین احمد صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کو بھی لاچار اس امر کا اقرار کرنا پڑا، وہ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار، مشرک و کافر ہیں

اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان
سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ
نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں
ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔"

(الشہاب الثاقب۔ ص ۴۳۔ جس کو مولوی محمد اسحاق مالک
کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے کتبخانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع کیا)

مولوی حسین احمد صاحب اپنے اس بیان پر نواب صدیق
حسن خاں کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ نیز دیوبندی دھرم کے معتمد
امام الفقہاء و المحدثین مولوی محمد خلیل احمد صاحب انبہٹی لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک ان (محمد ابن عبدالوہاب
نجدی) کا وہی حکم ہے جو صاحب در مختار نے
فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت
والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے
کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب
سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل
سے کہ یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے
اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں۔ آگے
فرماتے ہیں: ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ پھر یہ بھی
فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے

کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور
علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا
کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین
سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین پر متغلب
ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا
عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان
کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی
بناپر انہوں نے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا
تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت
توڑدی۔"

(المہند۔ ص ۱۸۔ ۱۹ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

اس کتاب "المہند" پر اڑسٹھ علماء کی تصدیقات موجود جن میں چوٹی کے دیوبند علماء، چوبیس کی تصویب اور تصدیق مثلاً:
(۱) مولوی محمد حسن مدرس اول مدرسہ دیوبندی (۲) مولوی امیر احمد حسن امروہی (۳) مولوی عزیزالرحمٰن دیوبندی (۴) حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی (۵) مولوی عبدالرحیم رائے پوری (۶) مولوی محمد حسن دیوبندی (۷) مولوی قدرت اللہ مدرس مدرسہ مرادآباد (۸) مولوی حبیب الرحمٰن دیوبندی (۹) مولوی محمد احمد ابن محمد قاسم نانوتوی (۱۰) مولوی غلام رسول مدرس مدرسہ دیوبند (۱۱) مولوی محمد مہول مدرس

مدرسہ دیوبند (۱۲) مولوی عبدالصمد بجنوری مدرس دیوبند (۱۳) مولوی محمد اسحٰق نہٹوری ثم دہلوی (۱۴) مولوی ریاض الدین مدرسہ عالیہ میرٹھ (۱۵) مولوی کفایت اللہ شاہجہانپوری (۱۶) مولوی ضیاء الحق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (۱۷) مولوی محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (۱۸) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی (۱۹) مولوی سراج احمد مدرس مدرسہ سرد معنہ ضلع میرٹھ (۲۰) مولوی محمد اسحاق مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (۲۱) مولوی مصطفیٰ بجنوری (۲۲) مولوی محمد مسعود احمد ابن مولوی رشید احمد گنگوہی (۲۳) مولوی محمد یحییٰ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۲۴) مولوی کفایت اللہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے دستخط و مواہیر "المہند" پر ثبت ہیں۔

ڈاکٹر خالد محمود ان کے متعلق کیا کہتے ہیں کیا یہ سارے مولوی جھوٹے اور مکار تھے اب صرف ڈاکٹر خالد سچا دیانتدار پیدا ہوا؟ اگر یہ مذکورہ مولوی اپنے بیان میں سچے اور امین ہیں تو ڈاکٹر جھوٹا اور فریبی مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود ابن عبدالوہاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"مشائخ حرم کعبہ زیادہ تر حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ۱۲۵۶ھ کے مشرب پر ہیں۔ سعودی عرب عالم اسلام کا دینی مرکز ہے ان وہابی اماموں کے

پیچھے لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۶،)

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ محمد ابن عبدالوہاب سے پہلے کیا عرب شرف حجاز مقدس اسلامی مرکز نہ تھے پھر اسلامی مراکز پر قتل و غارت کرنا انگریزوں کے پیروں پر چل کر ان مراکز سے مسلمان ہی نہیں بلکہ علماء اعلام کو شہید کیا گیا اور ان کے خون و مال کو مباح ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا گیا۔ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو یہ بہتان ہے کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ:

"مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کی تکفیر میں واقعی بہت جری تھے۔ وہابی اور دیوبندی تو ایک طرف رہے جو شخص ان میں سے نہ ہو لیکن انہیں کافر بھی نہ سمجھتا ہو مولانا احمد رضا خاں اسے بھی معاف نہیں کرتے جو شخص ان حضرات کے کفر میں شک بھی رکھتا ہو اس کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ درج ذیل ہے اس فتوے میں بھی تکفیر کی بجائے تفریق کا پہلو زیادہ غالب نظر آرہا ہے یہ انداز مولانا احمد رضا خاں

کے مقصد درون خانہ کا پتہ دیتا ہے۔ ہندوستان
میں انگریز حکومت یہ چاہتی تھی کہ مسلمان کہیں
اکٹھے نہ بیٹھ سکیں۔ تکفیر اسی منزل تفریق کا ایک
زینہ ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۷۷)

پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اعلیٰحضرت پر مکفر المسلمین اور تفریق بین المسلمین کا بہتان اس لئے ہے کہ انہوں نے منکرین ضروریات دین پر کفر کا فتویٰ جاری کیا مگر محمد ابن عبدالوہاب ساری دنیا کے مسلمانوں کو جو وہابی نہ ہو اس کو مشرک کہتا اور ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز و مباح ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیتا ہے۔ وہ ڈاکٹر خالد کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر کے دھرم میں مسلمانان عالم کو مشرک سمجھنا اور ان کو قتل کرنا اور ان کے اموال کو لوٹنا واجب ہے، ایسے مذہب پر خدا کی لعنت ہو۔

رہا مسئلہ اعلیٰحضرت کی تکفیر کا، یہ وہابیہ دیوبندیہ کا اتہام و بہتان ہے جو امام احمد رضا کے زمانے ہی سے جاری ہے۔ ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کی تکفیر میں واقعی بہت جری تھے، یہ ایک گھناؤنا بہتان ہے۔ امام احمد رضا کسی مسلمان کو کافر کہنا تو کجا فاسق کہنا بھی بلا دلیل شرعی گوارا نہیں کرتے جیسا کہ ان

کے فتاویٰ میں مذکور ۔ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پانچ افراد کی تکفیر فرمائی جنہوں نے ضروریات دین کا انکار کیا :
(۱)غلام احمد قادیانی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) قاسم نانوتوی (۴)خلیل احمد انبیٹھوی (۵) اشرف علی تھانوی ۔

غلام احمد قادیانی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والا جس کا کفر اظہر من الشمس ہے ۔ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی ، ان دونوں نے بالاتفاق امکان کذب باری یعنی خدا کا جھوٹ ممکن مانا۔ دوئم علم محیط زمین خدا کی صفت خاص مان کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا شرک بتایا اور شیطان لعین کو خدا کا شریک ٹھہرایا اس کے لئے علم محیط زمین نص سے ثابت مانا ۔

قاسم نانوتوی نے آیت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں ہے اور آگے چل کر لکھ دیا کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ۔

بحوالہ "تحذیرالناس" جو اب تک برابر مطبوعہ ہے۔

اشرف علی تھانوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں لکھا کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیاجاناا گر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ یہاں یہ مباحث مطلوب نہیں، یہ بتانا ہے کہ وجہ تکفیر کیا تھی۔

امام احمد رضا نے ان عبارات کی تنقیح اور تنقید فرمائی اور مدت مزید تک مراسلات بذریعہ رجسٹری ارسال فرمائے اور اصلاح اور فلاح کی جانب بلایا، جب ادھر سے کوئی جواب نہ آیا تو لاجرم حکم شریعت نافذ فرمایا۔ ایک جگہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسمٰعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا جسکا نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا اور میں نے یہ کتاب بصیغہ رجسٹری اس کی طرف اور اس

پر بھیجی اور بذریعہ ڈاک اس کے پاس سے رسید
آگئی جسے گیارہ برس ہوئے۔"

(حسام الحرمین۔ تمہید ایمان)

جب کوئی جواب نہ آیا تو لاچار علماء خمسہ پر فتویٰ صادر فرمایا اور لکھا کہ جو اطلاع شرعی کے باوجود ان پانچوں کے کفرو عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود ان علماء خمسہ دیابند کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جو خدا کا جھوٹ ممکن مانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور جو شیطان لعین کو خدا کا شریک جانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے اور جو آیت "خاتم النبیین" کا معنی آخری نبی نہ مانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن جانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جمیع حیوانات و بہائم جیسا جانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان۔ یہ ہے ڈاکٹر خالد کا دین اور ایمان۔

امام احمد رضا کی احتیاط و تنقیح

امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز نے ۱۳۲۱ھ میں "المعتمد المستند" کے اندر برٹش گورنمنٹ برطانیہ کی شطرنج کے پانچ بڑے

بڑے اور پراسرار مہروں کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا ۔ اس وقت " حفظ الایمان " میں مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت کو منظرعام پر آئے ہوئے ایک سال ہوچکا تھا ۔ گنگوہی کے فتویٰ کذب امکان کو پورے بارہ سال اور براہین قاطعہ کو سولہ سال اور تحذیرالناس مولوی قاسم نانوتوی کو تیس سال ہوچکے تھے ۔ اس دوران میں فریقین کے ترجمان بن کر سینکڑوں کتب و رسائل اور اشتہارات منظرعام پر آئے۔ یہاں تک کہ بریلی شریف سے ساری کفریہ عبارات کا ایک مجموعی رد شائع ہوا ۔ اس سے بیس سوالات کا انتخاب کرکے ایک وفد کے ذریعے تھانوی صاحب کو بھیجے گئے کہ ان کا بقلم خود جواب دیجئے ، مگر تھانوی صاحب نے کوئی معقول جواب نہ دیا اور نہ دے سکنے کی طاقت تھی ، بولے تو یہ بولے کہ : " میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کردیجئے تو وہی کہے جاؤں گا ۔" (تمہید الایمان) ملاحظہ کیجئے اشرف علی تھانوی نے نہ تحریروں سے انکار کیا اور نہ کوئی مطلب گھڑنے پر قدرت پائی ۔

امام احمد رضا پر بہتان بے پایاں

امام احمد رضا فرماتے ہیں :

"عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے

ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتاوائے تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہدیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہدیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہدیا، مولوی عبدالحیٔ صاحب کو کہدیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذاللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہدیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہدیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہدیا، مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو کہدیا، پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذا باللہ، حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہدیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہدیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذاللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہدیا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں
نے آیۂ کریمہ ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا پر
عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں
سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ
کر ارسال ہوا۔"

(تمہید الایمان۔ ص ۴۰۔ ۴۱)

امام احمد رضا انگریز اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پیدا کرنے کی خاطر گندم نما جو فروش علماء کو خریدا۔ مولوی اسمٰعیل اور سید احمد کے اقوال نیز دیوبندیوں کے افعال اور انگریزوں کی حمایت میں جہاد کہ آئندہ (انشاء اللہ العزیز) آتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تحریک چلائی۔ علماء اسلام کو بدنام کرنے کی ہر ممکن سعی فرمائی۔ امام احمد رضا کے متعلق شوکت صاحب صدیقی کی زبانی سنیئے، فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں، جو ۱۸۵۶ء میں پیدا
ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ نسلاً
پٹھانی، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً
بریلوی تھے ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام
کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے
نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور

ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے "جارج پنجم" کا سر نیچا کردیا اور انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف کو کیسے تسلیم کرلوں۔ کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کرکے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کئے گئے بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک جا پہنچا مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہوگئے آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔ (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) مولانا احمد رضا خان نے اپنی تعلیمات سے یہی فرض انجام دیا مگر انہوں نے وہابیوں کی انتہا پسندی کے مقابلے میں اعتدال سے کام لیا اور وہابیوں کے مقابلے میں برصغیر کے معروضی حالات کو سمجھنے میں زیادہ سوجھ بوجھ

اور بالغ نظری سے کام لیا یہی وجہ ہے کہ صدیاں
گزر جانے کے باوجود پاکستان اور ہندوستان میں
وہابی ہمیشہ اقلیت میں اور اہلسنت والجماعت
بھاری اکثریت میں نظر آتے ہیں۔ عام سنی مسلمان
خواہ وہ بریلوی مسلک سے براہ راست وابستہ ہو یا
نہ ہو مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنی
مذہبی اور سماجی زندگی میں مولانا احمد رضا خان کا
پیرو نظر آتا ہے۔

بریلویوں کے متعلق ایک اور قابل ذکر
بات کہنے کو دل چاہتا ہے وہ یہ کہ وہابیوں کے
تمام گروہوں نے تحریک پاکستان کی مذہبی بنیادوں
پر شدید مخالفت کی مگر قیام پاکستان کے بعد
خصوصیت کے ساتھ جماعت اسلامی اور دیوبندی
رہنما جو مخالفت میں پیش پیش تھے ہجرت کر کے
اسی پاکستان میں آئے جسے وہ کافرستان کہتے نہ
تھکتے تھے مگر بریلویوں کے رہنما مولانا احمد رضا خان
کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ رضا
خان نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی کھلی حمایت کی
انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کی

حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی
کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا مگر
قیام پاکستان کے بعد مولانا مصطفیٰ رضا خان نے
بریلویوں کے شدید اصرار کے باوجود ہجرت نہ کی
اور بریلی کے دارالعلوم منظر اسلام کے ذریعے
اشاعت و تبلیغ کے کام میں سرگرم عمل ہیں وہابی
علماء اس پر اعتراض کرنے سے نہ چوکے اور اپنی
کمزوری پر پردہ ڈالنے کیلئے یہ دلچسپ الزام لگایا کہ:

"مصطفیٰ رضا خان نے جائیداد اور
املاک کے باعث ہجرت نہ کی۔"

(ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴ تا ۲۱ مئی۔ اقتباس صفحہ ۴۶)

معلوم ہوا کہ دیوبندی وہابی کتب وافترا پردازی کے اسکالر
، ان لوگوں کو سچ بولنا آتا ہی نہیں اگر سچی بات کریں تو اپنے دین
ے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

جناب شوکت صدیقی صاحب فرماتے ہیں:

" صرف ایک نقطہ نظر کو پیش کرنا تھا
کوشش یہ کی تھی کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو
لہذا حقائق کے اظہار میں بھی حتی الوسع احتیاط اور
رواداری سے کام لیا تھا مگر یہ احتیاط اور رواداری

کام نہ آئی خطوط کا تانتا بندھ گیا ۔ اس میں طرح طرح کے خطوط ہیں ۔ کچھ دلچسپ ہیں کچھ محبت بھرے ہیں مگر سب سے اہم خطوط وہ ہیں جن میں جمال سرے سے مفقود ہے ۔ جلال ہی جلال ہے ایسے خطوط کا لب لباب یہ ہے کہ بریلوی شرک و بدعت کرتے ہیں وہ قبر پرست پیر پرست ہوتے ہیں ۔ حال و قال کی محفلوں اور مزاروں پر عرس کرا کے ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں شاہ احمد رضا خان انگریزوں کے پٹھو اور تحریک پاکستان کے بدترین دشمن تھے ۔ انہوں نے قائد اعظم کے خلاف تکفیر کے فتوے دیئے ۔ ان کا تعلق علمائے سوء سے تھا وہ کم علمی اور ذہنی افلاس کے مریض تھے انہوں نے اسلام کو مسخ کرکے اسے فضول اور قبیح رسم و رواج اور توہم پرستی میں مبتلاء کر دیا ۔ ساتھ ہی راقم الحروف (شوکت صاحب صدیقی) کو بھی مشرک و دہریہ اور ملحد قرار دیا ۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بالشویکی بتایا گیا اور یہ نیک مشورہ دیا گیا کہ میں بریلویوں کے جال میں نہ پھنسوں ۔۔۔۔ یہ نیک مشورہ میں نے گرہ میں باندھ

لیا اور یقین دلاتا ہوں کہ میرا بریلویوں سے کوئی تعلق نہیں مگر اس سلسلے میں ایک بات کہنے کو ضرور دل چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بریلوی مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک مکتبہ فکر ہے جس کی بنیاد عشق رسول ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ ان کا سلسلہ حضرت اویس قرنی سے ملتا ہے جنھوں نے یہ سن کر کہ جنگ بدر میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دندان مبارک شہید ہوگیا، آپ نے تمام دانت بیقرار ہوکر توڑ ڈالے۔ یہ وہابیوں کے ساتھ بریلویوں کا تضاد اور اختلاف کی بنیاد ہے کہ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فلسفہ کو خدائے وحدہ لاشریک کی ذات میں شرکت قرار دے کر شرک و بدعت بلکہ کفر قرار دیتے ہیں۔ برصغیر کے وہ تمام مسلمان جو اہلسنت کہلاتے ہیں شاہ احمد رضا خان کے مسلک سے براہ راست تعلق نہ ہونے کے باوجود اپنے رہن سہن طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار میں شاہ احمد رضا خان کی تعلیمات کی تقلید یا اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ تھوڑے بھی نہیں

برصغیر کی نوے فیصد آبادی پر مشتمل ہیں جمہوریت اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اس جمہوریت کا تقاضہ ہے کہ جب فیصلہ کا وقت آئے تو اکثریت ہی کی بات تسلیم کرنی چاہیئے اسلام نے بھی فیصلہ کے لئے اجماع کے طریقے کو جائز قرار دیا ہے لہذا کسی مسئلہ پر بریلویوں سے ہمدردی رکھنا اور ان کی بات پر کان دھرنا قطعی فطری امر ہے۔ اس موقع پر ابن رشد یاد آتا ہے وہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کا عظیم مفکر تھا ۔۔۔۔ اس کا مقولہ ہے کہ دنیا میں تین مذہب ہیں اور وہ ہیں عیسائیت، یہودیت اور اسلام۔ عیسائیت خارج از امکان ہے، یہودیت بچوں کے لئے ہے، اسلام غریبوں کا مذہب ہے۔ اہلسنت بھی غریب مسلمان ہیں۔ شاہ احمد رضا خاں بھی امیر کبیر نہ تھے، نہ ان کی کوئی جائیداد و جاگیر تھی، نہ انہوں نے زرگری کے لئے کسی بینک سے سود پر قرض لے کر تولیا بنانے کا کارخانہ لگایا تھا، نہ وہ بقرعید پر قربانی کی کھالیں جمع کرتے تھے، نہ ان کے حلقہ ارادت میں سوداگران دہلی کی سی کوئی مالدار برادری تھی جو ان

کے لئے دولت کا انبار لگا دیتی ، نہ لندن اور واشنگٹن میں ان کا کوئی ایسا اسلامک مشن تھا جو زرمبادلہ کی صورت میں ان کو بیرونی امداد فراہم کرتا ۔ شاہ احمد رضا خاں پر تحریک پاکستان کی مخالفت کرنا اور قائد اعظم کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ یہ بددیانتی اور کذب و افترا کا مظاہرہ ہے۔ مفتی احمد رضا خاں کا ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا ۔ اس وقت تک تحریک پاکستان ایک طرف رہی لفظ پاکستان تک سننے میں نہ آیا تھا۔ مسلم لیگ اس وقت تک ایک بے جان اور مردہ سیاسی جماعت تھی ۔ قائد اعظم مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے ابھر کر سامنے نہ آئے تھے ۔ اس وقت وہ صرف مسٹر جناح تھے ۔ یہ دور تحریک ہجرت ، تحریک خلافت اور ترک موالات اور ترک عدم تعاون کا دور تھا ۔ یہ تاریخی حقائق ہیں اور ایسے ہی واضح اور عیاں ہیں جیسے دن، دن ہوتا ہے اور رات ،رات ہوتی ہے ۔ ان حالات میں مسلم لیگ قائد اعظم یا تحریک پاکستان کی مخالفت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خان نہ کبھی انگریزوں کی
حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی
فتویٰ دیا نہ کبھی اس بات کا کسی طور پر اظہار کیا
کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر
نہیں گزری اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا
ذکر ضرور کرتا اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک
سے کوئی تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے۔ لہذا
شاہ احمد رضا خان کو علمائے سوء کے زمرے میں
شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔
بریلویوں پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ محرمات و
منکرات شرعیہ کی ترویج کرتے ہیں، مثلاً مرنے
والے کی فاتحہ کے نام پر طرح طرح کے مرغن
کھانے پکواتے ہیں۔ قبروں کے آگے مردوں اور
عورتوں سے سجدے کرواتے ہیں۔ امام اہلسنت
مولانا احمد رضا خان کی تصانیف جو میرے مطالعہ
میں آئی ہیں ان سے ان الزامات کی تردید ہوتی
ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "جل الصوت
نھی الدعوة امام اموت" میں ایک استفتاء کے
جواب میں ایسی قبیح باتوں کے جواب میں کہا ہے

"اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیع ہے۔ اگر محتاجوں کے دینے کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ راضی ہوں۔"

بہرحال ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں علمائے اہلسنت شافی جواب دے سکتے ہیں۔ یہ کم حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مزدوروں میں، کسانوں میں، دستکاروں میں، ہنرمندوں میں، پھیری لگانے والوں اور چھوٹے دوکانداروں میں ڈھونڈنے سے بھی وہاں کوئی وہابی نہ ملے گا۔ وہابی عام طور پر کھاتے پیتے لوگ ہوتے ہیں۔"

(ہفت روزہ الفتح کراچی۔ ۲۸ مئی تا ۴ جون ۱۹۷۶ء)

جناب شوکت صدیقی صاحب کوئی بریلوی فرد نہیں ایک غیر جانبدار معروف صحافی ہیں ان کے بیان سے یہ حقیقت واضح

ہوجاتی ہے کہ دین قدیم یہی دین ہے جس کو آج "بریلوی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہابی دیوبندی دین جدید اور مذہب عنید ہے جو انگریزوں کے پیروں پر چل کے آیا۔

فیصلہ کن مرحلہ

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان اختلافات کی راہ سے محاذ تکفیر پر نہ آسکتے تھے اس منزل پر پہنچنے کے لئے آپ نے الزامات کی راہ اختیار کی عبارات کے جوڑ توڑ کی تاریک راہوں سے اپنا سفر شروع کیا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے ص ۱۴، ص ۱۸، ص ۳، سے ٹکڑے لے کر ایک مسلسل عبارت بنا ڈالی اس نئی عبارت کے بغیر کفر کا فتویٰ ملنا مشکل تھا پھر آپ نے تکفیر کی مہم سر کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔ ان نئے معنی پر پھر حکم کفر حاصل کیا۔"

(مطالعہ بریلویت، ص ۶۷ - ۶۸)

پھر لکھتے ہیں:

" مولانا احمد رضا خان کے الزامات اختلافات نہ بن سکے ۔ جب آپ نے علمائے دیوبند پر الزامات لگائے تو علمائے دیوبند نے ان کا انکار کیا اور کہا کہ جو عقیدے تم ہمارے ذمے لگاتے ہو وہ ہمارے عقیدے نہیں ہیں اور اپنی عبارات کے مطالب کچھ اور بیان کئے ۔ مولانا احمد رضا خان کے الزامات اور علماء دیوبند کی زیر بحث عبارات سب اردو زبان میں تھیں اور یہ حضرات اردو جانتے تھے ان حضرات نے مولانا احمد رضا خان کے الزامات کو کچھ اہمیت نہ دی اور سب مسلمانوں کو بلاتفریق مسلمان ہی سمجھتے رہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے اعتراضات ہر غیر جانبدار طبقے کی نگاہ میں الزامات ہی رہے کبھی اختلافات نہ بن سکے اور غیر جانبدار حضرات نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی ۔"

(مطالعہ بریلویت ، ص ٦٩)

ڈاکٹر خالد کا یہ فسانہ عجائب کذب و افتراء کا مجموعہ ہے کتابیں آج بھی ببانگ دہل پکار رہی ہیں اور علمائے دیوبند کے اقوال کفریہ اب تک برابر شائع کئے جا رہے ہیں ۔ ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ عبارات کی

جوڑ توڑ کی تاریک راہ اور عبارت کی کھینچ تان میں نئے معنی پیدا کرنا کیسا دروغ بے فروغ ہے۔ یہ کیا علماء اسلام کو اپنی طرح پاگل اور جاہل سمجھتا ہے؟ مسئلہ اباحت اور کراہت کا نہ تھا، جس میں چنداں غور و فکر نہ کیا جاتا بلکہ علماء اعلام مسئلہ اباحت کو بھی بلادلیل شریعت حکم نہیں لگاتے پھر جائز و ناجائز، حلال و حرام، نہیں نہیں، یہ کفر و اسلام کا معاملہ ہے گویا موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ علمائے حرمین شریفین طالب اللہ ثراہ وھل الجنۃ الاعلی مثوٰہ مرکز اسلامیہ کے تاجدار، علم و عرفان کے ماہپارے جن کے اسماء مواہیر سے کتاب مستطاب "حسام الحرمین شریف" مزین اور منور ہے جس کا جی چاہے مطالعہ فرمائے، علاوہ ازیں برصغیر ہندو پاکستان کے جید علمائے کرام دو سو اڑسٹھ جو کہ کتاب مستطاب "الصوارم الہندیہ" میں ان علماء خمسہ دیابند کو ان کی عبارات خبیثہ پر حکم کفر لگا رہے ہیں اور ان کے عقائد کفریہ کو حق جاننے والے کو بھی ان ہی کی طرح کافر بتا رہے ہیں۔ اور لیجئے دارالعلوم دیوبند کے ناظم شعبہ تبلیغ مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری فرماتے ہیں:

"جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے
اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔"

(اشدالعذاب، ص ۲، مطبع مجتبائی جدید دہلی سے طبع ہو کر
دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان کو کافر کہے یا کافر کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اس کفر کی علت بیان کرتے ہیں:

"جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کیوجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا حالانکہ کفر، کفر ہے اور اسلام، اسلام ہے۔"

(اشد العذاب، ص ۹، مطبوعہ ایضاً)

یہی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب، امام احمد رضا خان کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔"

(اشد العذاب، ص ۱۳، مطبوعہ ایضاً)

اگر علماء دیوبند کی عبارات پیش کردہ کفریہ نہ ہوتیں تو

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب یوں تحریر نہ فرماتے بلکہ یوں لکھنا چاہیے تھا اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا اور وہ ایسے نہ تھے بلکہ واقعی مسلمان تھے تو مسلمان کی تکفیر کر کے وہ خود کافر ہو گئے ۔ مگر یہ نہ لکھا ، لکھا تو یہ لکھا " تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے ۔"

تنبیہ

یہاں مرتضیٰ حسن صاحب کا یہ فرمانا کہ " بعض علمائے دیوبند ، یہ جملہ اس بات پر دلیل قاطعہ ہے کہ امام احمد رضا نے تمام دیوبندیوں کو کافر نہ فرمایا ، صرف ان علماء دیوبند کی تکفیر کی جنہوں نے کفریہ عبارات تحریر کیں اور طبع کرائیں ۔

۱ ۔ ڈاکٹر کذاب کا یہ صریح جھوٹ ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے ۔

۲ ۔ مولوی مرتضیٰ حسن کی عبارت سے یہ بات واضح ہو چکی کہ جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے اور ڈاکٹر ، امام احمد رضا کو مکفر المسلمین کہتا ہے یعنی ان کی تکفیر کر رہا ہے اور ان کو کافر بتا رہا ہے اگر مرتضیٰ کی عبارت کو حق قرار دیجیے تو ڈاکٹر کافر ہے اور کذاب ڈاکٹر کی مانئیے تو مولوی مرتضیٰ حسن کافر ٹھہرتے ہیں اب یہ ہی فیصلہ کریں کہ دونوں میں کون کافر ہے ۔

۳۔ مولوی مرتضیٰ حسن کی پشت پر ساری امت دیا بند ہے اور ڈاکٹر کا موئد بھی کوئی ہے ؟ جو ان کے بیان کی تصدیق و تصویب کرے۔

۴۔ کیا علمائے دیوبند اپنی یا اپنے علماء کی تحریر کردہ عبارات کے سمجھنے سے قاصر تھے ؟

۵۔ اگر علماء دیوبند اپنے اکابر علماء دیوبند کی عبارات کا معنی مفہوم جانتے تھے اور ان کے مطالب کو پہچانتے تھے تو ان علماء نے اس کی تصریح کیوں نہ کی؟

۶۔ اگر عبارات متنازعہ فیہ کا امام احمد رضا نے بقول ڈاکٹر غلط مطالب بیان کئے جو حقیقت کے خلاف تھے تو مرتضیٰ حسن نے ان کی تکفیر پر رجسٹری کیوں کی؟

۷۔ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے :۔ "ان الدین عند اللہ الاسلام" تو دین صرف اسلام ہی ہے باقی تمام ادیان باطل اور کفر ہیں ڈاکٹر خالد امام احمد رضا خان کے متعلق کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ایک نیا دین ترتیب دیا گویا کافر اور کافر گر کہا اور مولوی مرتضیٰ حسن کہتے ہیں کہ اگر امام احمد رضا ان علمائے دیوبند کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ امام احمد رضا خان کو مسلمان اور اعلیٰ درجہ کا مسلمان مانتے ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے تو مرتضیٰ حسن کی تحریر سے ڈاکٹر خالد قطعاً اور یقیناً کافر ٹھہرے یا پھر ڈاکٹر خالد مولوی مرتضیٰ حسن کا کفر ثابت کرے اور ان کے کافر ہونے پر دلیل

قائم کرے؟ کیونکہ کافر کو مسلمان جاننا بھی کفر ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، امام احمد رضا خان کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خان بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔"

(اسوۂ اکابر، ص ۸)

ڈاکٹر کیا کہتے ہو اپنے دین کے حکیم الامت اور مجدد ملت کے بارے میں۔ ان کی تو تمنا ہے کہ اگر موقع ملتا تو امام احمد رضا خان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا۔ کیا کافر کے پیچھے آپ لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے؟ اسلامی شریعت تو فاسق معلن کی امامت کو گوارہ نہیں کرتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھانوی صاحب کی نگاہ میں امام احمد رضا خان اعلیٰ درجہ کے مسلمان تھے۔ کیا حکم لگاتے ہو تھانوی صاحب کی اقتداء پر؟ کیا تم ان کو کافر جانتے ہو؟ یا ایک مسلمان کو کافر ہی نہیں بلکہ مکفر المسلمین کہہ کر تم خود کافر ہوئے؟

اور لیجئے یہی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق ان کے سوانح نگار مجذور الحسن روایت کرتے ہیں:

"مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی ان کے برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک حمایت فرمایا کرتے تھے اور شدومد کے ساتھ یہ فرمایا

کرتے تھے کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب
واقعی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو۔"
(اشرف السوانح، جلد اول، ص ۱۲۸)

ان ہی تھانوی صاحب کا ایک اور حوالہ ملاحظہ کیجئے،
فرماتے ہیں کہ:

"وہ مجھ کو کافر کہتے ہیں تو پھر میں بھی ان
کی بقا کے لئے دعائیں مانگتا ہوں کیونکہ وہ بعض
مسائل میں غلو کریں اور مجھ کو برا کہیں، لیکن تعلیم
تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں ان کی وجہ سے
دین تو قائم ہے۔"
(اسوۂ اکابر، ص ۱۵)

تھانوی صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کی وجہ سے دین تو قائم
ہے اور ڈاکٹر خالد ان کو کافر سمجھتے ہیں۔ اب حکم لگائیں دونوں میں
ڈاکٹر کافر ہے یا تھانوی صاحب؟

مولوی سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا
خان بریلوی مرحوم کی چند ایک کتابیں دیکھیں تو
میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ حیران تھا
کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن

کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل
بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی
مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز
نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم
اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں جس قدر
مولانا احمد رضا خان مرحوم کی تحریروں میں گہرائی
پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم
جناب مولانا شبلی صاحب و حضرت حکیم الامت
مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا
محمود الحسن صاحب دیوبندی و حضرت مولانا شیخ
التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر
بھی نہیں ہے جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں
کے اندر ہے۔"

(ماہنامہ ندوہ ۔ ص ۱۷، ۱۰ اگست ۱۹۱۳ء)

فرمائیے ڈاکٹر خالد! یہ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کو کیا سمجھتے ہو یہ فیصلہ تم خود ہی کرلو کہ اپنی عبارات کے آئینے میں تم کافر ہو یا مولوی سید سلیمان ندوی کو کافر قرار دیتے ہو؟

ڈاکٹر صاحب! سید سلیمان ندوی کو دیکھ لیا، اب ان کے استاد محترم جناب مولوی شبلی صاحب نعمانی کو بھی ملاحظہ فرمائیے،

دیکھئے یہ فرما رہے ہیں:

"مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت ہی متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولوی صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجے کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا صاحب کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس احقر (شبلی) نے بھی آپ کی متعدد کتابیں دیکھی ہیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی دیکھی ہیں اور نیز یہ کہ مولانا صاحب کی زیر سر پرستی ایک ماہوار رسالہ "الرضا" بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بغور و خوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔"

(رسالہ الندوہ ص ۱۷، اکتوبر ۱۹۱۴ء)

ڈاکٹر! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید "پرکاہ" کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں، پرکاہ تنکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلّم سند یافتہ شمس العلماء شبلی نعمانی ہیں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں "سیرۃ النبی" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ فرما رہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب

کے سامنے پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس دور کے عالم دین کہلا لینے والوں میں آپ کے اکابر و اصاغر سب داخل ہیں مثلاً:۔

(۱) مولوی محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۰ھ بانی دارالعلوم دیوبند۔

(۲) مولوی محمد مظہر نانوتوی صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور، متوفی ۱۳۰۶ھ۔

(۳) نواب صدیق حسن قنوجی، متوفی ۱۳۰۷ھ۔

(۴) مولوی رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ۔

(۵) مولوی احمد حسن امروہوی، متوفی ۱۳۳۰ھ۔

(۶) مولوی نذیر حسن دہلوی، متوفی ۱۳۳۰ھ۔

(۷) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ۔

(۸) مولوی انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۰ھ۔

(۹) مولوی اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ۔

(۱۰) مولوی محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین دیوبند۔

(۱۱) مولوی رفیع الدین مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

(۱۲) مولوی محمود حسن استاد مولوی حسین احمد۔

(۱۳) مولوی حسین احمد ٹانڈوی صدر المدرسین دیوبند۔

ڈاکٹر! یہ تمہارے دین کے امام و اکابر ذی الاحترام ہیں۔ فقیر نے چند نام بطور نمونہ پیش کیے، مولوی شبلی نعمانی جو شمس العلماء ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے اس دور کے

تمام عالم، پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تو تم کس گنتی و شمار میں ہو تم
تو ان ہی اکابر کے خوشہ چین اور فضلہ خوار ہو۔ اس سے تم اپنا مقام خود
متعین کر سکتے ہو۔

اور ملاحظہ کیجئے مولوی فضل عظیم بہاری جن کا تعلق گروہ
وہابیہ میں اہلحدیث سے ہے، فرماتے ہیں:۔

" گزشتہ دنوں بندہ اہلحدیث کی سالانہ
کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بہار سے پٹنہ
گیا تو اتفاقاً اہل بدعت کے رہنما جناب مولانا احمد
رضا خان صاحب بریلوی کا فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ
افریقہ مل گیا۔ پہلے تو میرے بعض دوستوں نے
اسے پڑھنے سے ہر چند روکا مگر اس کے باوجود بھی
اس بندہ نے رات کے وقت ان دونوں کتابوں کا
مطالعہ کیا تو یک لخت جو نفرت میرے دل میں اہل
بدعت کے راہنما مولانا احمد رضا خان صاحب کے
متعلق تھی وہ ختم ہو گئی اور میرے دل میں جذبہ
رحم ابھرنے لگا اور یہ بات تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا
کہ واقعی موجودہ دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم
دین ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہے۔"

(اخبار ہند میرٹھ، ۱۴ دسمبر ۱۹۱۳ء)

مولوی فضل عظیم غیر مقلد کا بیان بھی مولوی شبلی نعمانی کے بیان کی تائید کر رہا ہے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا، اغیار کی زبان پر بھی اپنے زمانے کے بے نظیر محقق اور عالم دین ہیں مخالفین کو بھی مخالفت شدید کے باوجود اس امر کا مجبوراً اعتراف کرنا پڑا۔

اور ملاحظہ کیجئے دیوبندیوں کے مایہ ناز امام مولوی انور کشمیری فرماتے ہیں:

"جب بندہ (انور کشمیری) ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث شریف کی شرح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کے جزئیات دیکھنے کی ضرورت درپیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات، اہل حدیث حضرات و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہوگیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں۔ واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خان ایک زبردست عالم

دین اور فقیہ ہیں۔"

(رسالہ دیوبند، ص ۲۱، جمادی الاول ۱۳۳۰ھ)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے مایہ ناز سید العلماء مولوی انور کشمیری بھی امام احمد رضا خان کو ہی نہیں بلکہ ان کی تحریروں کو مشکل کشا سمجھتے ہیں اور باوجود مخالفت طبیعہ کے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امام احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں، وہ زبردست عالم دین اور فقیہہ ہیں۔ یہ دین کا عالم اور فقیہہ مانتے ہیں اور ڈاکٹر، نئے دین کا موجد کہتا ہے۔ اب بتائیے ان میں سچا کون ہے یہ سارے علماء اکابر جھوٹے ہیں یا ڈاکٹر خالد محمود کذاب و مفتری ہے اور دونوں سچے ہو نہیں سکتے کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اور لیجئے مولوی اعزاز علی صاحب دیوبندی فرماتے ہیں:

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہم دیوبندی ہیں اور بریلوی علم و عقائد سے ہمیں کوئی تعلق نہیں مگر اس کے باوجود بھی احقر یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر، بدعتی، مشرک کہتے رہے بہت وسیع النظر اور بلند خیال، علو ہمت عالم دین،

صاحب فکر و نظر پایا ہے۔ آپ کے دلائل قرآن و
سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہذا میں
آپ کو مشورہ دوں گا کہ اگر آپ کو کسی مشکل
مسئلہ جات میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو
آپ بریلی میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی
سے جاکر تحقیق کریں۔"

(رسالہ النور تھانہ بھون، ص ۴۰، شوال المکرم ۱۳۴۲ھ)

معروف دیوبندی مولوی اعزاز علی صاحب بھی امام احمد رضا خان صاحب کو صاحب فکرو نظر عالم دین جانتے ہیں اور مشکل میں مشکل کشائی کرنے والا مانتے ہیں، کیوں؟ مسٹر خالد محمود کیا حکم ہے مولوی موصوف کے بارے میں؟

دیوبند کے معروف مولوی شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم
میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت ہی
بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے۔ مولانا احمد
رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا ایک بہت بڑا
سانحہ ہے جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔"

(ھادی دیوبند، ص ۲۱، ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ)

مولوی شبیر احمد عثمانی بھی امام احمد رضا خان صاحب کو

بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر! ان پر کیا حکم لگاتے ہو؟

حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی کے کلمات،

مجاہد ملت دیوبند جناب شورش کاشمیری کی زبان سے سنیئے فرماتے ہیں:۔

> "مولانا تھانوی نے فرمایا، میرے دل میں
> احمد رضا خان کے لئے بے حد احترام ہے وہ ہمیں
> کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کسی اور
> غرض سے تو کافر نہیں کہتا۔"
>
> (چٹان، ۲۳ اپریل ۱۹۹۲ء)

یہ سارے علمائے وہابیہ و دیابند بطور اجمال جن کے بیان مذکور ہوئے سب امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کے محاسن بیان کر رہے ہیں اور ان امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کو اپنے زمانے کا بے مثال عالم دین اور بے نظیر فقیہہ اسلام اور بلند پایہ محقق کہنے پر مجبور ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو امام احمد رضا سے طبعاً نفرت اور عداوت تھی ماسوا ان کے تمام عالم اسلام زمانے کے سارے مسلمان ان کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام، مرکز دائرہ اسلام کا سردار تسلیم کرتے ہیں اور آج تمام مسلمان ان کو مجدد اسلام، بے مثل فقیہہ ذوالاحترام مانتے ہیں اور ڈاکٹر خالد محمود ان کو نیا دین ترتیب دینے والا بتارہا ہے گویا اس وقت سے آج تک کے تمام عالم اسلام کے مسلمانوں

کو نئے دین کا ماننے والا اور پیرو کار بتا رہا ہے گویا بالفاظ دیگر سب کو کافر و مشرک کہہ رہا ہے ثابت یہ ہوا کہ ڈاکٹر خالد محمود "مکفرالمسلمین" ہے یعنی "سارے مسلمانوں کو کافر کہنے والا" ہے ان میں عامۃ المسلمین کے ماسوا وہ بھی جو مسلمانوں کے امام علمائے اعلام اساطین دین اسلام حرمین شریفین کے مفتیان کرام سید العلماء الاعلام سند الفقہاء الکرام سب داخل اور شامل ہیں بلکہ زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام مسلمین مومنین صالحین سب ہی کو کافر و مشرک ٹھہرایا کیونکہ امام احمد رضا خان قدس سرہ نے وہی عقائد و اعمال اختیار فرمائے اور ان ہی کی ترویج و اشاعت فرمائی جس پر صحابہ و تابعین و اولیائے کاملین و علماء راسخین تھے جو قرآن کریم و احادیث پاک سے ثابت و واضح ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر خالد محمود سب کو جھٹلاتا اور کافر بتاتا ہے۔ ایسا مکفرالمسمین کون ہوگا؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) دلیل و ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب "سبیل المومنین فی قرآن مبین" اور "خیر الہدیٰ لدفع الطغیٰ" مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق علمائے اعلام و مفتیان کرام اور دانشمندان کی آراء سے ان کا دین حق و صواب کی جانب دعوت دینا اور مسلمانوں کو سیدھی راہ چلانا ثابت اور ظاہر ہے۔

نیز ان مناقب و محامد اور شواہد سے یہ بات قطعاً واضح ہوجاتی ہے کہ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے جن حضرات خمسہ کی تکفیر فرمائی وہ بالکل حق وصواب اور باعث نجات ہے کہ ایسے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے اور جو شخص بھی ان عقائد کفریہ جن پر فتویٰ دیا گیا، ان کو حق جانے اس کا اسلام سے کیا علاقہ یعنی وہ کفر کو اسلام سمجھ رہا ہے اور یہ کفر ہے تو من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اپنی جگہ پر مسلّم ہے اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو سارے دنیا کے مسلمان مشرک اور کافر ٹھہریں۔

دیوبندی کون؟

دیوبندی اور بریلوی کہلانا زبان اور زمین کی نسبت پر موقوف نہیں ہے بلکہ دینی عقائد پر ان کا دارومدار ہے دارالعلوم دیوبند سے متعلق رکھنے والے علماء نے جو عقائد وضع فرمائے اور دین میں داخل کئے ان عقائد کو حق جاننے والے اور ان علماء کو اپنے دین کا امام ماننے والے "دیوبندی" کہلاتے ہیں اور جو لوگ ان علماء دیوبند کے وضع کردہ عقائد کو منافی اسلام اور کفر سمجھتے ہیں اور قائل کو کافر جانتے ہیں ان کو "بریلوی" کہا جاتا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ وہ عقائد کون سے ہیں جو علماء دیوبند نے وضع فرمائے۔ ان تمام اقوال و عقائد کا احصی اس مختصر میں ناممکن ہے۔ صرف چند عقائد ان میں ملاحظہ فرمائیں، وہ عقائد یہ ہیں:

(۱) آیت کریمہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں ، یہ سمجھنا عوام کا خیال ہے ۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں :

" قبل عرض جواب گزارش یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو ۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ۔"

(تحذیر الناس ۔ ص ۲ ۔ ۳ ۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ۔

۲۸ اپریل ۱۹۲۹ء اور یہی مضمون ماہنامہ خالد دیوبند ۔

بابت ماہ ربیع الاول ۵۸ھ ، ص ۱۸ ۔ ۱۹ پر شائع ہوا)

(۲) اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اس لئے کہ آپ باعتبار زمانہ آخری نبی نہیں ہیں ۔ یہی مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم

دیوبند لکھتے ہیں:

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں
بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم
ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

(تحذیرالناس ص ۱۳، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند و ماہنامہ خالد
دیوبند۔ ماہ ربیع الثانی ۵۸ھ ص ۹۲)

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرق نہ آئے گا چنانچہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

(تحذیرالناس ص ۲۴، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔ ماہنامہ خالد
دیوبند بابت جمادی الثانی ۵۸ھ، صفحہ ۴۰)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی آخرالزماں نہیں مانتے، بعدزمانہ اقدس کے دوسرا نبی پیدا ہونا ممکن جانتے ہیں، صاف لکھ دیا بلکہ بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو الخ۔ پھر بھی دیوبندیوں کے مقتدا ہیں مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند، مولوی قاسم نانوتوی کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا شمس الاسلام والمسلمین،
حجۃ اللہ علی العلمین، مرکز دائرۃ التحقیق و التدقیق
قطب افلاک الحکم و اسرار التشریع و التخلیق
مولانا محمد قاسم نانوتوی۔"
(الشہاب الثاقب ص ۲، ۔ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

(۴) انبیاء، امت سے علم میں ممتاز ہیں عمل میں امتی مساوی ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں یہی مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

"انبیا اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے
ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل
اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے
ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"
(تحذیرالناس ۔ ص ۴، ایضاً، ماہنامہ خالد دیوبند، بابت ماہ
ربیع الاول ۵۸ھ، ص ۲۰)

(۵) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا شرک ہے یعنی خدا کا شریک ٹھہرانا ہے اور شیطان و ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ (معاذ اللہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد بالاتفاق فرماتے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و

ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم
کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس
فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا
حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص
سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص
قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے
ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ۔ ص ۵۱، کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم میں ممتاز ٹھہرایا اور امت کو اعمال میں بڑھ جانے والا بتایا مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ایسا شرک ٹھہرایا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں اور شیطان و ملک الموت کے لئے علم محیط زمین نص سے ثابت بتایا گویا شیطان و ملک الموت کو خدا کا شریک بنایا۔ تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے ہماری کتاب "خیر الھدیٰ لدفع الطغیٰ"

(۶) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننا شرک صریح ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

"علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور

مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمھا الاھو خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم غیب کا کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۹٦)

نیز یہی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۹٦)

مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔"

(تقویۃ الایمان ص ۴۴۔ مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور)

(۷) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا

اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ۔ سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھاکر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے لوگو تم کیا کہتے ہو ۔ میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں ۔"

(تذکرۃ الرشید ، جلد دوم ، ص ۳۲۲)

نمبر ۱۔ سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم ، علماء دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں۔

نمبر ۲۔ عالم غیب اور عالم شہادت دونوں عالم مختلف ہیں ۔ یہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو بھی ہے وہ عالم شہادت میں ہے اور اس کے ماوراء عرش و کرسی ، لوح محفوظ وغیرہ عالم غیب میں ہیں۔

نمبر ۳۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے ثابت کرنے کے لئے سائیں توکل شاہ کے پاس علم ہوتا تو عالمانہ دلائل پیش فرماتے اب چونکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھ دیا کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجئے چنانچہ سائیں توکل شاہ نے جب چاہا گردن جھکادی اور غیب کا علم حاصل کرلیا ۔ فرمایا لوگو!

"کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد گنگوہی کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

عرش عالم غیب میں ہے۔ علماء دیوبند کا پرستار، فضلہ خوار عرش کے بھی آگے رشید احمد کا قلم چلتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ علماء دیوبند کے پرستار فضلہ خوار کا یہ عالم ہے کہ جب چاہے غیب کا علم (وہ بھی عرش کے آگے) حاصل کر لے تو اندازہ لگائیے کہ خود علمائے دیوبند کے علم کا عالم کیا ہو گا۔ مولوی اسمٰعیل کی شریعت کے مطابق جب چاہے دریافت کر لے یہ خدا ہی کی شان ہے۔ جب سائیں توکل شاہ کو یہ منصب حاصل ہے تو سائیں کے آقائے نامدار دیوبند کے تاجدار علماء روزگار کی شان کا عالم کیا ہو گا؟

(۸) دیوبندی عقیدہ ہے کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے چنانچہ مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد گنگوہی بالاتفاق فرماتے ہیں:

"امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے۔"

(براہین قاطعہ، ص ۲)

امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"لانسلم کہ کذب مذکور بمعنی مسطور باشد"

(یکروزی۔ ص ۱۴۵)

یعنی ہم نہیں جانتے کہ خدا کا جھوٹ محال ہو نیز خدا کا جھوٹ

ممکن ثابت کرنے کیلئے مولوی عاشق الٰہی نے سائیں توکل شاہ کی حکایت تذکرۃ الرشید جلد دوم میں طبع کرائی جو پچھلے اوراق میں مذکور ہے۔

(۹) دیوبندی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کا ثبوت عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ ثابت ہوں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر ہر بچہ و پاگل بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ گویا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض علم ہو تو ایسا علم غیب تو ہر عامی بلکہ تمام حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔

چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

> "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی

ہے تو چاہئے سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔"

(حفظ الایمان ص ۷، مکتبہ تھانوی متصل مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ کراچی)

ملاحظہ کیجئے تھانوی صاحب کیا درشہوار نکال کر لاتے ہیں جب ہی تو مولوی الیاس دہلوی بانی تبلیغی جماعت فرما رہے ہیں کہ:

"حضرت مولانا (اشرف علی) تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔"

(ملفوظات الیاس۔ ص ۵۰)

آج تک کسی مرد فرزانہ کو یہ جسارت نہ ہوسکی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہہ سکے کہ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون (بچہ، پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اس سعادت دیوبندیہ پر مولوی عاشق الٰہی بے خود ہو کر فرماتے ہیں:

"واللہ العظیم مولانا (اشرف علی) تھانوی
کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۱۱۳)

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

دیوبند کے کئی رنگ و بو ملاحظہ ہوں۔ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی فرمائیں کہ:

۱۔ علم غیب جب چاہے دریافت کرلے یہ شان خدا ہی کی ہے جو سائیں توکل شاہ کو حاصل ہے ان کے آقاؤں دیوبند کے علماء کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ علم غیب حق تعالیٰ ہی پاس ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا کسی غیر کے لئے ثابت کرنا شرک صریح ہے۔

۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ: بعض علوم غیب تو ہر زید و عمرو، بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی

حاصل ہیں۔

اب انصاف کیجئے ان میں کون سچا ہے؟

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتویٰ سے علماء دیوبند کا فضلہ خوار خادم و وفادار سائیں توکل شاہ خدا ٹھہرا تو علماء دارالعلوم دیوبند خدا کے بھی خدا ٹھہرے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی رو سے مولوی اشرف علی تھانوی مشرک ہوئے کہ خدا کے سوا کسی اور کے لئے علم غیب ثابت کرنا شرک صریح ہے اور تھانوی جی تو تمام مخلوق کہ حیوانات و بہائم اور تمام کفار و نابکار کے لئے علم غیب کو ثابت فرما رہے ہیں اور جب مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کے مطابق شرک صریح میں گرفتار ہوکر مشرک ہوئے تو ان کے مداح خواں غلام مولوی عاشق الٰہی اور مولوی الیاس دہلوی بھی کافر و مشرک ٹھہرے کہ مشرک کو مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا مقتدیٰ اور امام مان رہے ہیں۔

ہم نے بطور اختصار صرف سات ہی عقائد کا حوالہ پیش کیا تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب "سبیل المومنین فی قرآن مبین" اور "خیر الهدیٰ لدفع الطغیٰ" اور "مصباح الظلام علیٰ رد اعداء الاسلام" وغیرہ۔

ضروری نوٹ:۔ جن لوگوں کے ایسے عقائد ہیں وہ البتہ دیوبندی ہیں اور جن حضرات کے ایسے عقائد نہیں اور نہ ان عقائد کو حق مانتے

ہیں بلکہ ان اقوال کو کفر جانتے اور قائل کو کافر سمجھتے ہیں وہ ہرگز دیوبندی نہیں، پکے مسلمان سچے سنت والجماعت ہیں ان کو ہرگز ہرگز دیوبندی نہ کہا جائے گا۔ ان حضرات کو دیوبندی کہنا سخت گناہ ہے جیسے کسی مسلمان کو قادیانی کہنا جرم ہے اسی طرح کسی مسلمان کو دیوبندی کہنا بھی جرم ہے کیونکہ علماء عرب و عجم نے ان عقائد و اقوال اور ان جیسے ہی اقوال پر حکم کفر لگایا اور قائلین کی تکفیر فرمائی جو مجموعہ "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" میں مطبوعہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ہم ایک تقریظ منیر حضرت غیظ المنافقین و فوز الموافقین حامی سنت ماحی بدعت محافظ کتب حرم علام جلیل مولانا سید اسمٰعیل خلیل ادامھما اللہ بالفر والتبجیل سے نقل کرتے ہیں:

(اس تقریظ کے ایک حصے کا ترجمہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

"سب خوبیاں اللہ کو جو اکیلا سب پر غالب ہے۔ قوت و عزت و انتقام و جبروت والا جو صفات کمال و جلال کے ساتھ متعالی ہے۔ کافروں سرفروشوں، گمراہوں کی باتوں سے منزہ ہے جس کا نہ کوئی ضد ہے نہ کوئی مانند ہے نہ نظیر پھر درود و سلام ان پر جو سارے جہاں سے افضل ہیں ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن عبداللہ اور تمام انبیاء

و رسل کے خاتم اپنے پیرو کو رسوائی اور ہلاکت
سے بچانے والے اور جو ہدایت پر نابینائی کو پسند
کرے اسے مخذول کرنے والے۔ حمد و سلام کے بعد
کہتا ہوں کہ یہ طائفے جس کا تذکرہ سوال میں واقع
ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس
کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ
ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال
بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح
کسی حال میں ان میں کافر کہنے میں توقف کرے
اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں کوئی تو
دین متین کو پھینکنے والا ہے اور ان میں کوئی
ضروریات دین کا انکار کرتا ہے جن پر تمام
مسلمانوں کا اتفاق ہے تو اسلام میں ان کا نام و
نشان کچھ باقی نہ رہا۔"

(حسام الحرمین شریف ص ۱۳۱، اشرفی کتبخانہ اندرون دہلی
دروازہ لاہور)

یہ تقریظ تھی محافظ کتب حرم مکہ معظمہ کی۔ اب ایک تقریظ کا
کچھ حصہ مدینہ طیبہ کے عمدۃ العلماء افضل الافاضل و امثل الاماثل مفتی
مولانا عثمان بن عبدالسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ ھو ھذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

" ایک اللہ کو ساری خوبیاں بعد حمد و صلوٰۃ بیشک
میں اس روشن رسالے اور ظاہر و واضح کلام پر مطلع
ہوا تو میں نے پایا کہ ہمارے مولیٰ علامہ اور دریائے
عظیم الفہیم حضرت احمد رضا خان نے بیشک اس
گروہ خارج از دین کافر فسادیوں کی راہ چلنے والے
کے رد کے لئے فریاد رسی کی تو کتاب المعتمد
المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں
پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر پوچ و
لچر کئے نہ چھوڑا تو اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ
اسی روشن رسالے کا دامن پکڑے جسے مصنف نے
لکھ دیا تو ان گروہوں کے رد میں ظاہر و روشن و
سرکوب دلیل پائے گا۔ خصوصاً وہ جو اس گروہ
خارج از دین کے باندھے ہوئے نشان کھول دینے
کا قصد کرے۔ وہ گروہ خارج از دین کون ہے ؟
جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام
احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شان
الوہیت و رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی
اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبٹھی اور

اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا۔
اللہ تعالیٰ حضرت جناب احمد رضا خان کو خیر عطا
کرے کہ اس نے شفا دی اور کفایت کی اپنے
فتوے سے جو کتاب المعتمد المستند میں لکھا جس پر
آخر میں علمائے مکہ معظمہ کی تقریظیں ہیں۔"

(حسام الحرمین صفحہ ۱۸۹۔ ۱۹۱)

جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری دین کا منکر ہو وہ
کافر ہے اور کافروں کے متعلق اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

" ولاتصل علی احد منهم مات ابدا
ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللہ ورسوله
وماتوا وهم فسقون ○

"اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی
نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا
بے شک وہ اللہ اور رسول کے منکر ہوئے اور فسق
ہی میں مر گئے۔"

ڈاکٹر خالد محمود کا افلاس فہم

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:

"خدا سے لڑائی لڑنا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی، نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث، (صلی اللہ علیہ وسلم) معطی اور قاسم حدیث کے الفاظ ہیں موصل کا اضافہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی ایجاد ہے تاہم بندوں کے لئے یہ تجویز کہ وہ خدا سے لڑائی لیں، بڑی سخت گستاخی ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۵۲)

ڈاکٹر صاحب کو اپنے افلاس فہم کا ماتم کرنا چاہئے تھا کہ امام احمد رضا خاں کے شعر پر اعتراض۔ اگر علم ہوتا اور عقل ساتھ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرما رہے ہیں:

"دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا، مرا کیا جرم حق فاصل ہے یا غوث، خدا سے لیں لڑائیں وہ ہے معطی، نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث۔ یعنی مجھ کو اپنے فضل و کرم سے دینے والا اور ان کو محروم رکھنے والا اللہ عزوجل ہی ہے اس میں میرا

کیا قصور یہ اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے تو اے
حاسدو، جلنے والو! اگر مجھ کو دینے پر جلتے ہو تو اللہ
عزوجل سے لڑائی لو کہ اللہ عزوجل دینے والا،
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقسیم فرمانے والے،
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے
حاصل ہونے والا ہے۔"

ڈاکٹر کی مفلسی فہم کی داد دیجئے کہ غریب کو موصل کا بھی علم نہیں، کہتے ہیں کہ مولانا کی اپنی ایجاد ہے کم سے کم اردو لغت دیکھ لی ہوتی تو یہ بے قراری نہ رہتی۔

نیز ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ بندوں کے لئے یہ تجویز کہ وہ خدا سے لڑائی لیں بڑی سخت گستاخی ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب تم اور تمہاری جماعت خدا سے لڑتی ہی کیوں ہے کیا تم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"من کان عدو اللہ وملئکۃ ورسلہ
وجبریل ومیکئل فان اللہ عدو للکفرین ○

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس
کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ
دشمن ہے کافروں کا۔"

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندوں کی دشمنی اللہ سے دشمنی

اور اللہ کے محبوب بندوں سے لڑنا اللہ عزوجل سے لڑنا ہے اور تمہارے دین کے استاذ اول ابلیس لعین نے تو اللہ عزوجل کی جناب میں جھگڑا کیا اور لڑائی لڑی۔ قرآن کریم میں ہے :

" قال فبما اغویتنی لا تعدن لهم صراطك المستقيم ○ (سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۶)
ابلیس نے کہا تو قسم ہے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔"

اور کہتا ہے:

" قال ارئیتك هذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمة لا حتنکن دریته الا قلیلا ○ (بنی اسرائیل۔ آیت ۶۲) ابلیس بولا! دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔"

ڈاکٹر صاحب! یہ جھگڑا کرنا لڑائی لڑنا نہیں تو اور کیا ہے ؟

اللہ عزوجل نے فرمایا:

" قال اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم تراؤکم جزاء موفورا ○ فرمایا دور ہو تو

ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک اس کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا۔"

ان لوگوں کے لئے فرماتا ہے:

" استحوذ علیهم الشیطن فانسهم ذکر الله اولئك حزب الشیطن ○ ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں۔"

اللہ عزوجل ان لوگوں کو دوزخ میں ڈالنے کے بعد فرمائے گا:

" الذین یصدون عن سبیل الله ویبغونها عوجا وهم بالاخرة کفرون ○ (الاعراف ۔ آیت ۴۵) جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے کجی چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار رکھتے ہیں۔ یہ شیطانی گروہ کی نشانی ہے۔"

ان کے ایک گروہ کے متعلق فرماتا ہے:

" فعقروا الناقة وعتوا عن امر ربهم وقالوا یصلح ائتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین ○ (الاعراف ۔ آیت ۷۷) پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا

تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔"

پس اللہ عزوجل سے لڑائی کی ابتدا جو تمہارے استاذ اول ابلیس نے کی وہ قرناً فقرناً آج تک جاری ہے۔ رسولوں کی شان میں تم لوگوں کی زبان لمبی اور نرالی ہے خدا سے لڑائی آج بھی جاری ہے اور اللہ عزوجل کی حمایت میں لڑنے والے جو مومن ہیں اللہ عزوجل ان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانو اباءھم اوابناءھم اواخوانھم اوعشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدیھم بروح منہ یدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ ○ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں (جنت) میں لے جائے گا

جن کے نیچے نہریں بہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں
اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی
جماعت ہے۔"

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری عمر یہی درس دیا جس کو یقین نہ آئے وہ تمہید ایمان بآیات قرآن اور وصایا شریف وغیرہ کی جانب رجوع لائے۔ مطالعہ فرمائے حق مثل آفتاب روشن ہو جائے گا۔

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

" رضا خانی فکر و عمل " مولانا احمد رضا
خاں ان امیدوں سے تھے اسے انہی کے الفاظ میں
سنیئے: شاعر تھے بات اگل دی:

ص کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا
انشاء اللہ میں وزیر اعظم

" اے رضا ہم نعت خوانوں بریلویوں کو
حکومت کی سرپرستی کافی ہے۔ انشاء اللہ کسی نہ
کسی وقت ضرور وزیر اعظم بنوں گا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۳۵)

شعر نعت کا جو مطلب بیان کیا یہ، حکومت کی سرپرستی کافی ہے کس جملہ کا مطلب ہے؟ حالانکہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا

خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مولانا کفایت علی صاحب علیہ الرحمہ کی نعتوں پر اعتماد فرما کے ان کو نعت گویوں کا سلطان فرما رہے ہیں اور خود کو اللہ کے چاہنے سے ان کا وزیر اعظم بتا رہے ہیں۔ مگر جہالت و حماقت کا کیا علاج؟ نیز ڈاکٹر لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں شعر کے ہر صنف میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے، خود لکھتے ہیں:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۳۶)

ڈاکٹر مفتری کو یہ شعر تو بہت کھلا، ضبط نہ ہو سکا مگر اس کے علاوہ متعدد اشعار ہیں ان سے آنکھیں بند کرلیں۔ اعلحضرت ہی تو ہیں جو کہتے ہیں:

بدکار رضا خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

(حدائق بخشش۔ حصہ اول۔ ص ۱۳)

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

(ایضاً۔ ص ۱۵)

مزید فرماتے ہیں:

ص کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب

(ایضاً۔ ص ۱۶)

ص مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
ترا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

(ایضاً۔ ص ۱۹)

ص کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(ایضاً۔ ص ۳۲)

ص کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب مانگے رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(ایضاً۔ ص ۶۱)

ص مولیٰ تیرے عفو وکرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

(ایضاً۔ ص ۶۳)

یہ اور ان جیسے مقامات سب کو فراموش کر کے ایک شعر کو نشانہ بنالیا۔ حالانکہ وہ شعر اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا ہے بھی نہیں اس کا واقعہ یوں ہے:

"اعلیٰحضرت فن شاعری میں بھی اپنے وقت کے امام تھے۔
حضرت داغ دہلوی کے اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے منجھلے بھائی استاد زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی فن شاعری میں حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ استاد زمن کی جب چند نعتیں جمع ہو جاتی تھیں تو اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے بدست اپنے استاد حضرت داغ دہلوی کے پاس اصلاح کے لئے روانہ فرماتے تھے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ استاد زمن حسن میاں صاحب کا کچھ کلام لے کر مولانا حسنین رضا خاں صاحب دہلی جا رہے تھے۔ اعلیٰحضرت نے دریافت فرمایا کہاں جانا ہو رہا ہے۔ حسنین میاں صاحب نے عرض کیا والد صاحب کا کلام لے کر استاد داغ دہلوی کے پاس جا رہا ہوں۔ اعلیٰحضرت اس وقت وہ نعت پاک قلم بند فرما رہے تھے جس کا مطلع ہے:

ؔ ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ابھی مقطع نہیں لکھا تھا۔ فرمایا لیجئے چند اشعار ہو گئے ہیں ابھی مقطع نہیں لکھا ہے۔ اس کو دکھاتے لانا۔ مولانا حسنین میاں صاحب جب دہلی پہنچے اور استاذ الشعراء حضرت داغ دہلوی سے ملاقات کی اپنے والد ماجد استاد زمن کا کلام پیش کیا۔ حضرت داغ دہلوی نے اس کی اصلاح کی جب اصلاح فرما چکے تو مولانا حسنین میاں صاحب نے

اعلیٰحضرت کا وہ کلام پیش کیا ...... اور کہا یہ کلام چچا جان اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب نے چلتے وقت دیا اور فرمایا تھا کہ یہ بھی دکھاتے لانا۔ حضرت داغ دہلوی نے فرمایا اس نعت پاک میں تو کوئی ایسا حرف بھی مجھے نظر نہیں آتا جس میں کچھ قلم لگا سکوں اور یہ کلام تو خود لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا یہ کلام تو لکھوایا گیا ہے۔ میں اس کلام کی فن کے اعتبار سے کیا کیا خوبیاں بیان کروں بس میری زبان پر تو یہ آرہا ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور فرمایا! اس میں مقطع تھا بھی نہیں لیجئے مقطع بھی ہوگیا۔
نیز اعلیٰحضرت کو ایک خط لکھا کہ اس نعت پاک کو اپنے دیوان میں اس مقطع کے ساتھ شامل کریں اس مقطع کو علیحدہ نہ کریں نہ دوسرا مقطع کہیں۔"

علمائے دیوبند کی دیانت کا نمونہ

وہابیت کے اراکین خمسہ (۱) امام مولوی اسمٰعیل دہلوی (۲)رشید احمد گنگوہی (۳) محمد قاسم نانوتوی (۴) خلیل احمد انبٹھی (۵)اشرف علی تھانوی ہیں۔ دیوبندی دھرم کے آئمہ خمسہ(۱) رشید احمد گنگوہی (۲) محمد قاسم نانوتوی (۳) خلیل احمد انبٹھی (۴) اشرف علی تھانوی اور حسین احمد ٹانڈوی ہیں۔ دیوبندی دین کے یہ پانچ امام ہیں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی امام الائمہ ہیں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" دیوبندی دین کی اساسی کتاب ہے۔ اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

> "تقویت الایمان نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔"
>
> (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۱، محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

حضرات جانتے ہیں کہ یہ حکم لگانے والے بابت تقویت

الایمان ، کون ہیں یہ وہ ہیں جن کے بارے میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"قطب عالم ، قدوۃ العلماء ، غوث الاعظم ، اسوۃ الفقہاء ، جامع الفضائل و الفواضل العلیۃ مستجمع الصفات والخصائل البہیہ السنیۃ حامی دین مبین مجدد زماں و سیلتنا الی اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد شیخ المشائخ مولانا الحافظ المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی۔"

(تذکرۃ الرشید ، جلد اول ، ص ۲)

اور مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین دیوبند فرماتے ہیں:

حضرت مولانا شمس العلماء العالمین ، بدر الفضلاء الکاملین ابوحنیفۃ الزمان جنید دوران امام ربانی و محبوب سبحانی جناب مولوی حافظ رشید احمد گنگوہی۔"

(الشہاب الثاقب ، ص ۸۰)

اور لیجئے یہی دیوبندیوں کے غوث الاعظم امام ربانی محبوب سبحانی اور چنیں و چناں بذات خود ارشاد فرماتے ہیں ۔ آپ ان کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں ، فرماتے ہیں:

"آپ (رشید احمد گنگوہی) نے کئی مرتبہ
بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے
فرمائے: سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان
سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں
ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف
ہے میرے اتباع پر۔"
(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۱۷)

اب نہ قرآن کریم کی ضرورت نہ حدیث شریف کی حاجت، دیوبندی دھرم میں ہدایت و نجات موقوف ہے رشید احمد کے اتباع پر اور حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے تو تاکید فرمادی کہ "تقویت الایمان" کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے تو دیوبندی دھرم کا اسلام برائے نام تقویت الایمان پر موقوف ہے ان کے نزدیک قرآن کریم کا ہرگز یہ مرتبہ نہیں (معاذ اللہ) اگر اس میں کسی کو کلام ہے تو ثبوت دے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی یا دیگر ائمہ دیوبند میں سے یا نہ سہی کسی معروف دیوبندی مولوی نے یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف کا رکھنا اور اس کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔

معلوم ہوا کہ نیا دین ہے اور نئی کتاب ہے اس کا اوتار بھی نیا ہے یعنی مولوی اسمٰعیل اگر پرانا کہئے تو سب قدما کو عین اسلام سے

محروم قرار دیجیے کہ جب تک تقویت الایمان عالم وجود میں نہ آئی تھی جب تک سب ہی لوگ عین اسلام (دیابند) سے محروم تھے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ دین جدید تسلیم کیا جائے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا مرتبہ

دیوبندی دھرم میں مولوی محمد قاسم نانوتوی "بانی دارالعلوم دیوبند" کے حوالہ ہی سے محتاج تعارف نہیں مزید براں مولوی حسین احمد صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا شمس الاسلام والمسلمین، حجتہ اللہ علی العلمین، مرکز دائرۃ التحقیق والتدقیق قطب افلاک الحکم واسرار التشریع والتخلیق، مولانا محمد قاسم نانوتوی۔"

(الشہاب الثاقب، ص ۲)

مولوی خلیل احمد انبیٹھی کا مرتبہ

یہی مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

زبدۃ العلماء الکاملین، امام الفقہاء و المحدثین رئیس الاصفیاء والمفسرین محی السنت

البیضا قامع البدع الظلماء حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب۔"

(الشہاب الثاقب، ص ۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی کا مرتبہ و مقام

یہ مولوی اشرف علی تھانوی حکیم الامت دیوبندیہ مجدد ملت وہابیہ ہیں۔ ان کے متعلق مولوی عاشق الٰہی صاحب فرماتے ہیں:

"واللہ العظیم مولانا (اشرف علی) تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۱۱۳)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا صدرالمدرسین دیوبند ہونا ہی امتیاز عرفی کو کافی ہے اس کے علاوہ آپ حسین احمد، دیوبندیوں کے شیخ الاسلام بھی ہیں اور رسالہ "شیخ الاسلام نمبر" آپ کی یادگار میں جاری کیا گیا اس کا ایک حوالہ حسین احمد کے متعلق جناب مشتاق احمد صاحب نظامی سے سنئے فرماتے ہیں:

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی

کرسکے ہو کہ رب العلمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آکر رہے گا۔"

(خون کے آنسو، حصہ اول، ص ۱۹۷، بحوالہ شیخ الاسلام نمبر، صفحہ ۵۹)

حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب، ماہر صاحب کی دیانت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ماہر صاحب اب آئندہ احتیاط سے کام لیجیئے گا جس کو آپ نے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد سمجھ رکھا ہے (معاذ اللہ) وہی اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر اتر آیا ہے آئندہ جب شرک نمبر میں آپ اپنے معبودوں کی فہرست مرتب کیجیئے گا تو اس کھدر پوش خدا کو بھی شامل کر لیجیئے گا۔"

(خون کے آنسو، جلد اول، ص ۱۹۸، مکتبہ نبویہ گنج بخش لاہور)

بہر نوع یہ پنج گنج اولیائے دیوبند ہیں اور ان سب کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں، زیر بحث لاتے ہیں اور ان کے دین اور ایمان کا نمونہ دکھاتے ہیں جن علمائے دیوبند کے اقوال شنیعہ پر علمائے اسلام عرب و عجم نے ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرمائی اور فرمایا کہ جو ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کو مسلمان جانے یا کافر کہنے

میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو علماء دیوبند نے عامۃ المسلمین کو فریب دینے کی غرض سے ایک کتاب مسمیٰ "المہند علی المفند" مولوی خلیل احمد انبٹھی نے ترتیب دی، جس پر اکابر علماء دیوبند بشمول مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ چوبیس مولویوں کی تصدیق اور تقریظ موجود ہے جو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع کی گئی اس وقت وہی ہمارے پیش نظر ہے اس کی عبارات ملاحظہ فرمائیں اور ان کے کذب و افتراء کے شاہکار کی داد دیں۔

(۱) مولوی خلیل احمد انبٹھی سوال نمبر ۱۸ کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے جن کو ذات و صفات اور تشریحات یعنی احکام عملیہ حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا۔"

(المہند، ص ۲۴۔ ۲۵)

اور لیجئے سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے۔"

(المہند، ص ۲۵-۲۶)

یہاں اقرار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف سے کسی کے علم کو زیادہ مانے وہ کافر ہے تو شیطان کے علم کو زیادہ کہنا ہماری تصنیف میں کہاں پایا جاسکتا ہے اور یہی مولوی خلیل احمد انبٹھی اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس

فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا
حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص
سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص
قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے
ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ۔ ص ۵۱، کتبخانہ امدادیہ دیوبند)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم محیط زمین شیطان و ملک الموت کے لئے نص سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ) اس علم سے محروم ہیں اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ علم ثابت کرے وہ مشرک ہے۔ مولوی خلیل احمد کی پہلی عبارت جو المہند سے منقول ہے اگر اس کو صحیح تصور کیا جائے تو خلیل احمد خود اپنی عبارت مذکورہ سے کافر اور اگر براہین قاطعہ کی عبارت کو حق سمجھئے تو خلیل احمد اس عبارت کی رو سے مشرک ٹھہرے اور اگر دونوں عبارتوں کی صحت پر اعتماد کیا جائے تو خلیل احمد کے خداؤں میں دو خداؤں کا اور اضافہ تسلیم کیجئے اور براہین کی عبارت بھی غمازی کر رہی ہے کہ شیطان و ملک الموت مخلوق میں داخل نہیں پس خدا کا علم مخلوق کے لئے ثابت کرنا ضرور شرک ٹھہرے گا۔

سوال نمبر ۲۱، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے بارے میں جواباً تحریر فرماتے ہیں:

"حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا
نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ
آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے
گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ
یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے اس کا ذکر
ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا
مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے
بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری اور
خواب کا تذکرہ ہو۔"
(المہند، ص ۳۰۔۳۱)

اور یہی مولوی خلیل احمد انبٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں ذکر ولادت شریفہ (میلاد شریف) کو نفس ولادت پر محمول کر کے اور قیام کو حیلہ بنا کر یوں تبرا کیا:

"یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام
کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائے اس
کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے
کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت
شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر

ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود
کے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا
مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر
سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت
کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق
ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو
تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی
نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔"

(براہین قاطعہ، ص ۱۴۸، کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

استغفراللہ و معاذاللہ کس شاطرانہ تلبیس کے ساتھ ذکر ولادت شریف (میلاد شریف) کا انکار ہی نہیں بلکہ گستاخی کے ساتھ انکار کیا جارہا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ ذکر ولادت اور نقل جنم سازی یعنی ڈرامہ بازی کا بھی شعور نہیں کہ دونوں میں فرق کرسکے پھر ذکر ولادت شریفہ یعنی حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے ان آیات مبارکہ کی تلاوت قیام و قعود کہ نمازی نماز کے قیام میں بھی کرتا ہے اور قاری بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے وہ بھی تو ذکر تشریف آوری حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آمد کا ہے اور یہاں میلاد میں بھی ذکر ان کی آمد کا ہوتا ہے اگرچہ قیام کے ساتھ ہو۔ قیام میں کیا ہے درود و سلام ہی تو

ہے جس کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ ہے کوئی مائی کا لال جو یہ ثابت کردے کہ کھڑے ہوکر یا وقت ذکر ولادت درود و سلام کی ممانعت فرمائی ہو۔ پھر شقاوت کا یہ عالم کہ کنھیا جو کافر اور سانگ اس کی جنم کا مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے، ذکر ولادت کو اس سے بھی بدتر بتلارہا ہے (معاذ اللہ) یہ قلب و ذہن کی خباثت کا ثمرہ ہے، سچ ہے شراب کی بوتل میں سے شراب ہی برآمد ہوگی لیبل کے بدلنے سے شراب کی ماہیت نہ بدل جائے گی۔ دونوں عبارتوں کا لکھنے والا خلیل احمد ہی ہے۔ ملاحظہ کیجئے وہاں وہ اور یہاں یہ، یہی تو کفر و نفاق ہے، رہا قیام و سلام کا وہ تو ان دیوبندیوں، رشید احمد وغیرہ کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب خود میلاد شریف میں قیام و سلام کے عامل تھے، ملاحظہ کیجئے "فیصلہ ہفت مسئلہ" نیز حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ان کا زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت ضرب المثل ہے، باوجود اس کے وہ اپنی دعا میں اپنے مالک و مولیٰ اللہ رب العالمین سے عرض کرتے ہیں:

"اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے
جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق
سمجھوں ۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود
رہتی ہے، البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل صرف تیری

ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔ اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الرحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہو گا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔"

(اخبار الاخیار شریف ص ۶۲۴ ، ترجمہ مولوی سبحان محمود استاد الحدیث دارالعلوم کراچی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی)

غور کیجئے مومنین کس شان سے خلوص و محبت کے ساتھ محفل میلاد میں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں سلام پیش کرتے ہیں مگر دیوبندی خارج از اسلام ہیں ان کو سلام اور درود سے کیا علاقہ وہ تو جنم کنھیا کو اپنے حق میں اس سے بہتر جانتے ہیں اور

درود و سلام کھڑے ہوکر پڑھنے والوں کو ہنود سے بدتر سمجھتے ہیں۔ "لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم" مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

"یہ محفل چونکہ زمانہ فخرعالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمہ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں لہذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ۔ ص ۱۳۲)

نیز اسی فتویٰ رشیدیہ میں سوال ہے:

"انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟ (تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں) انعقاد مجلس مولود بہرحال ناجائز ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب۔ ص ۱۳۶ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

معلوم ہوا کہ قیام وغیرہ کا بہانہ ہے اور گالی دینا ان کا ترانہ ہے۔ نیز ایک سائل سوال کرتا ہے:

"جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز

ہے یا نہیں؟ (اس کے جواب میں لکھتے ہیں)
کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں
اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔"
(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب۔ ص ۱۴۷۔ محمد سعید تاجران
کتب قرآن محل کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے اور ان کے ذکر ولادت شریفہ (میلاد مبارک) کو برا جانتے ہیں اور تبرا بازی اور گستاخی کو شِیر مادر بنانے کی خاطر مسلمانوں پر طرح طرح کے بہتان لگاتے اور محفل میلاد میں ان امور مذعومہ جو ان کے ذہن کی خباثت ہے افتراء کرتے ہیں۔ محفل میلاد بحمدہ ان کے لگائے ہوئے بہتانوں سے پاک ہے اور اگر بالفرض باطل کوئی امر خلاف شرع ہو بھی تو اس کی اصلاح لازم نہ کہ ذکر ولادت شریفہ کو حرام کہا جائے (معاذ اللہ) یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی دیوبندی مولوی کہتا ہے کہ اے مسلمانو! مسجد میں برے کام بھی ہوتے ہیں، جوتیاں بھی چوری ہوجاتی ہیں، مال و اسباب بھی چوری ہوجاتا ہے لہٰذا مسجد کا بنانا حرام ہے اور مسجدوں کو گرا دینا ضروری ہے۔ تو ہر مسلمان یہی کہے گا کہ یہ مولوی مسجدوں کا دشمن، اسلام کا باغی ہے۔ علی ھذا القیاس۔

(۲) مولوی خلیل احمد انبٹھی، المھند میں لکھتے ہیں:

"ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے

کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال
میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان
سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی
کریم علیہ اسلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی
بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے
متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے
خارج ہے۔"

(المہند۔ ص [illegible]، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

مولوی خلیل احمد صاحب المہند میں کہہ رہے ہیں جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے اور خود براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

"اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے
آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو
خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔"

(براہین قاطعہ۔ ص ۳)

مولوی خلیل احمد انبٹھی، المہند میں تو فرماتے ہیں جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا بھائی سمجھے وہ خارج از ایمان ہے اور یہاں براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنا

نص کے مطابق ہے یعنی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہتا ہے وہ نص (قرآن و حدیث) کے مطابق ہی کہتا ہے۔ اگر یہ کہنا نص کے مطابق ہے تو وہ خارج از ایمان کہنا کفر ہوگا اور اگر وہ خارج از ایمان کہنا حق ہے تو یہ کہنا کفر ہوگا، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

دیوبندی دھرم کا نص قطعی

دیوبندیوں کے امام الائمہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

> "انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے ...... اولیاء و انبیاء و امام و امام زادے پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۸۵، مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور)

یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق دیوبندیوں کے امام ربانی غوث اعظم رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ تقویت الایمان کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے، اس نے فرمادیا کہ سب

انبیاء انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔

اگر " المہند " کا فتویٰ حق و صواب جانتے ہیں تو مولوی اسمٰعیل کے خارج از ایمان ہونے کا فتویٰ شائع فرمائیں۔ علاوہ ازیں تقویت الایمان کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل اپنے باپ کا منکر ہے اور اپنے کو بھائی کا بیٹا (معاذ اللہ) کہتا ہے۔ جب انبیاء بڑے تو یہ جس سے پیدا ہے وہ منجھلا بھائی ہوگا۔ لا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الغرض علمائے دیوبند کی تقریباً تمام تصانیف دجل و فریب کا مجموعہ ہے۔ ہم نے صرف " المہند " کے جو ان کی مایہ ناز اور صد افتخار کتاب ہے تین حوالے پیش کئے انصاف پسند مسلمان کے لئے ایک حوالہ ہی کافی ہے۔ یہ لوگ دیوبندی لوگ تو اپنے من گھڑت عقائد کو ثابت کرنے کے لئے فرضی کتابیں اور ان کے مطابع وغیرہ بھی گڑھ لیتے ہیں۔ ثبوت کے طور پر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند ہیں۔ یہ صدر المدرسین دارالعلوم کا امتیاز کچھ کم تو نہیں ہے۔ ان کی کتاب " الشہاب الثاقب " مطبوعہ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور حاضر ہے۔

مصنوعی کتابیں

شیخ الاسلام دیوبند جن کا حوالہ گزرا، کا دجل عظیم و افتراء لئیم ملاحظہ کیجئے۔ اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ ۹۸۔ ۹۹ پر فرماتے ہیں:

(۱) "جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں۔"

(۲) "مولوی رضا علی خان صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور، ص ۳۰ میں فرماتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب۔ ص ۹۹)

ہے کوئی دیوبندی غیرت مند جو ان کتابوں کو یعنی خزینۃ الاولیاء کا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہدایۃ الاسلام حضرت مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ثابت کردے ان کتابوں کا ساری دنیا میں کہیں بھی اس نسبت سے کوئی نشان نہیں ملتا وہ جناب شیخ الاسلام دیوبند نے اپنے دل سے گڑھ کر مسلمانوں کو فریب دیا۔ پس علمائے دیوبند کی دیانت و صداقت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے جس دین کی اساس ہی کذب و افتراء اور دجل فریب پر رکھی گئی ہو اس دین کے

پرستاروں اور حاشیہ برداروں کی شان عالی اور ایمان شالی کا نمونہ پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے امتیاز حق و باطل کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

انگریز حکومت کے وفادار علماء

ڈاکٹر خالد اینڈ کمپنی، امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انگریز سے وفاداری تو کجا انگریزوں سے تعلق بھی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کرسکتے بلکہ ان کے فتاویٰ اور افکار سے انگریزوں کی دشمنی ثابت ہے جیسا کہ الفتح کراچی کی عبارت گزری البتہ انگریزوں کے سچے جاں نثار اور خدام وفادار وہابی علماء اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے سوانح نگار مولوی عاشق الہٰی میرٹھی لکھتے ہیں:

"جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۷۴)

انداز تحریر بباًنگ دہل پکار رہا ہے کہ انگریزوں کی وفادار اور خدمت گزار ہستیاں دارالعلوم دیوبند والی ہیں وہ کمپنی راج کو رحمدل گورنمنٹ کہتی ہیں وہ انگریز جس نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی،

جس نے مسلمانوں کی نعشیں درختوں پر لٹکا کر چیل کوؤں سے نچوا کر بھٹی میں مسلمانوں کو جلایا، مساجد کو گھوڑوں کی لید سے نجس کیا وہ انگریز جس نے ظفر شاہ کے ناشتے میں ان کے لڑکوں کا سر بھیجا، علماء دیوبند کے نزدیک رحمدل ہے اور اس کا زمانہ امن و عافیت کا زمانہ تھا۔ نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی اس سے اشارہ ہے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ اور علماء اہلسنت اور جنرل بخت خان وغیرہ جنہوں نے انگریز راج کے خلاف جہاد کیا۔ ان انگریزوں سے وفاداری اور ان کی خدمت گزاری کا حق جو علماء دیوبند نے ادا کیا خوب ظاہر ہے۔ نیز عاشق الٰہی صاحب، مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق فرماتے ہیں:

> "حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہوچکا ہے اور ان کی گرفتاری و تلاش میں دوش آیا چاہتی ہے مگر آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو

چاہے کرے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۸۰)

کس قدر انگریز کی فرمانبرداری پر ناز ہے۔ کہاں وہ عین اسلام تقویت الایمان کا حکم ایمان کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور انگریزوں کے پیروں پر نثار ہوئے تو ایسا اعتماد کامل ہوا کہ اگر مارا بھی گیا تو سرکار انگریز مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

انگریزوں کی حمایت میں مرنے والا شہید

مولوی عاشق الٰہی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس گھبراہٹ کے زمانہ میں جب کہ عام لوگ بند کواڑوں گھروں میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستور ان کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت حبہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ آپ کو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے

لئے شاملی کرانہ یا مظفر نگر جانے کی ضرورت ہوئی غایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے ان ایام میں آپ کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے حفاظت جان کے لئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہوگیا اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین

نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں
اور حضرت حافظ ضامن صاحب زیر ناف گولی کھا
کر شہید بھی ہوئے۔"
(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۴ے، ۷۵)

غور فرمائیے کہ مولوی رشید احمد بمعہ رفقاء کس شان سے اپنی سرکار انگریز کے مخالف باغیوں یعنی جنگ آزادی کے مجاہدین کے مقابلہ میں اپنی سرکار انگریز پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا اور حافظ ضامن صاحب انگریزوں کی حمایت میں مارے گئے وہ دیوبندی شہید ہوئے۔

علمائے دیوبند کی یہی وفاداریاں تھیں کہ ان کی سرکار گورنمنٹ برطانیہ ان پر انعام و اکرام کی بارش کرتی رہی جس کا معاملہ کھل گیا وہ ظاہر ہو گیا اور جس کا کھل نہ سکا وہ مستور اور پوشیدہ رہا مثلاً مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمیعتہ العلماء ہند فرماتے ہیں:

"الیاس صاحب ۔۔۔ کی تبلیغی تحریک
کو ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید
احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔"
(مکالمتہ الصدرین۔ ص ۸، مطبوعہ رحمانی پریس دہلی)

غور طلب یہ امر ہے کہ اسلام و مسلمان دشمن انگریز کو کلمہ

شہادت اور نماز کی نشرواشاعت سے کیا دلچسپی تھی وہی نہ کہ دین میں کلمہ و نماز کے پردے میں افتراق پیدا کیا جائے علاوہ ازیں مکالمۃ الصدرین کے مرتب مولوی طاہر احمد صاحب قاسمی تحریر فرماتے ہیں:

"مولوی شبیر احمد صاحب صدر جمعیۃ الاسلام کلکتہ نے مولوی حفیظ الرحمن صاحب کے جواب میں کہا کہ دیکھئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔"

(مکالمۃ الصدرین، ص ۱۰۔۱۱)

غور طلب یہ امر ہے کہ اسلام دشمن انگریز اس زمانہ میں اتنی بڑی رقم چھ سو روپیہ ماہوار کس لئے دیتی تھی؟ اس حکومت کو اسلام اور اشاعت اسلام سے کیا دلچسپی تھی؟ یہی نہ کہ مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پیدا کرنا ان کو آپس میں لڑانا ایک دوسرے کا دشمن بنانا اس مقصد کے لئے بہشتی زیور اور حفظ الایمان وغیرہ کتب لکھائی گئیں۔ بہشتی زیور میں یہاں تک لکھ مارا کہ سہرا باندھنا شرک ہے۔ کیا دیوبندی مذہب والے اپنے خدا کے سر پر سہرا باندھتے ہیں؟ جو ان کا نشان بندگی ہے جس کو شرک کہا گیا۔

علماء دیوبند کو یہ انگریز حکومت سے عہدوفاداری اور خدمت نمک خواری اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملی ہے ان کے امام الائمہ مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیر سید احمد بھی انگریزوں کے وفادار اور نمک خوار رہے ہیں وہ اس انگریزی حکومت کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار اور رازدار تحریک جہاد کے خاص رکن فرماتے ہیں کہ:

"سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری (انگریز حکومت) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔"

(سوانح احمدی، حصہ سوئم، ص ۱۳۹)

یہی مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

"آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور علانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریز کی مخالفت سے منع کیا ہے۔"

(سوانح احمد، حصہ پنجم، ص ۱۴۶)

علاوہ ازیں مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

"یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب

آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو
تشریف لے جا رہے تھے کسی شخص نے آپ سے
پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو
کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور
دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں گھر کے گھر میں
ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں
لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے
گا کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک
سے پار ہو کر افغانستان میں جانا اور وہاں برسوں رہ
کر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جس کو
ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا
کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں
چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا
مقصد ہے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف
یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم
کرنے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے
مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے
بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے
تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی اور

سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سیدالمرسلین ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں۔"

(سوانح احمدی، حصہ اول، ص ۱۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سید صاحب کے نزدیک وہابی ٹولہ مولوی اسمٰعیل اینڈ پارٹی ہی مسلمان تھی باقی جن مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے وہ مسلمان نہ تھے وہابی ٹولہ اپنے مذہب کی ترویج انگریزی سرکار کے بل بوتے پر کر رہا تھا اگر کوئی مسلمان مزاحمت کرتا تو ان کی انگریزی سرکار اس کو سزا دیتی تھی۔

انگریزوں کی خدمت گزاری

مولوی محمد جعفر تھانیسری فرماتے ہیں:

"جب نماز عشاء ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دور دراز سے دو تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچی تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا بینگیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں؟ جب حضرت (سید صاحب) نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا اور بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے، سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی، سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں براہ بندہ نوازی اس کو قبول

فرمائیں حضرت (سید صاحب) نے اپنے آدمیوں
کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر
قافلے میں تقسیم کردو۔ قریب دو گھڑی تک وہ انگریز
حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے
آدمیوں کے واپس چلا گیا۔"

(سوانح احمدی، حصہ اول، ص ۴۸ ۔ ۴۹)

نیز اس کو روایت کیا سید صاحب کے بھانجے سید محمد علی نے مخزن احمدی صفحہ ۶۷ میں اور ابوالحسن ندوی نے سیرت سید احمد حصہ اول صفحہ ۱۹۰ میں وغیرہم۔

سید صاحب اور اسمٰعیل دہلوی کی یہ تحریک بقول علماء دیوبند انگریزوں کے خلاف جہاد تھا تو انگریز کا سید صاحب کی خدمت میں طرح طرح کا کھانا لے کر حاضر ہونا اور تین روز سید صاحب کا انتظار کرنا اور ادب و احترام کا یہ عالم کہ ٹوپی ہاتھ میں لے کر برہنہ سر بہت ادب و احترام سے حاضر ہو کر مزاج پرسی کرنا اور کل قافلہ کا کھانا بطور نیاز مندانہ پیش کرنا کیا معنی۔ انگریز پوچھتا ہے کہ پادری صاحب کہاں ہیں تو سید صاحب فوراً بنفس نفیس جواب دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوستی پرانی ہے پھر خدا جانے دو گھڑی کے درمیان مُحب و محبوب میں کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔

علاوہ ازیں دوسری روایت سید صاحب کے بھانجے محمد علی

صاحب یوں بیان فرماتے ہیں:

"صبح دم (از غازی پور) کوچ نمودہ بہ دانا پور رسیدند و چون عملہ انگریز و دیگر ساکنان کہ از مدت طویل انتظار تشریف آوری داشتند۔"

(مخزن احمدی، ص ۰۰، مطبوعہ مفید عام آگرہ)

سبحان اللہ! انگریز دشمن اسلام اور مسلمان تو کجا مسلمانوں کے آقا و مولیٰ اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکروں کو اسلام اور مسلمانوں سے کیا دلچسپی کہ وہ سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل کی مسلمان ہونے کی حیثیت سے عزت کرتے اور ان کے تشریف آوری کے انتظار کی گھڑیاں گنتے جیسا کہ محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "صبح غازی پور سے روانہ ہوکر دانا پور پہنچے تو وہاں انگریزی عملہ اور دوسرے ساکنان کہ لمبی مدت سے سید صاحب کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔" اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سید صاحب اور اسمٰعیل دہلوی کی انگریزوں کی نظر میں یہ قدر و منزلت نہ تھی بلکہ اسلام سے بغاوت اور مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پیدا کرانے کی وجہ سے یہ خاطر و مدارات کی جارہی تھیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی انگریزوں سے محبت و جاں نثاری

مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرمارہے تھے، ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا (اسمٰعیل دہلوی) نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔"

(سوانح احمدی، ص ۵۷)

نیز مرزا حیرت دہلوی فرماتے ہیں:

"کلکتہ میں مولانا اسمٰعیل نے جہاد کرنا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح

واجب نہیں ہے ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں
دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ
ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ہمیں ان کی
حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ
آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں
اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"
(حیات طیبہ۔ ص ۲۹۶)

انگریزوں سے محبت اور دوستی کی یہ ایک واضح علامت ہے وہ انگریز جو اللہ جل جلالہ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، حق نہیں جانتا وہ بھلا اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد کو اسلام کی نسبت سے گھاس ڈالتا۔ حاشا کلہ۔ یہ زرخرید غلام تھے اور اسلام کے مٹانے میں منافق بن کر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے مگر اللہ عزوجل خود اپنے دین کا محافظ ہے اس جلیل و جبار نے ان ہی دشمنان دین کو مٹا دیا اگر اس کی تصویر دیکھنی ہے تو ہماری کتاب "تقویت الایمان بمقابلہ عظمت قرآن" کا مطالعہ فرمائیں جس شقی نے اللہ کے محبوبوں کو (معاذ اللہ استغفر اللہ) چمار سے زیادہ ذلیل لکھا وہ عبارت آج بھی تقویت الایمان میں موجود ہے اور وہابیہ سینے سے لگائے ہیں بلکہ دلوں میں دبائے بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ تو فرمائے:۔

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون ○

"اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔" اس ارشاد باری کے مقابل مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

(تقویت الایمان، ص ۲۰، مکتبۃ الاسلام دسن پورہ لاہور)

گویا مولوی اسمٰعیل اللہ کی مخلوق معظم انبیاء مرسلین و ملائکہ و ملائکہ مقربین (معاذ اللہ) سب کو اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے یعنی اللہ کی شان کے آگے چمار اتنا ذلیل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک تحریک تھی جب ہی تو سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا۔ ملاحظہ فرمائیں دیوبندی دھرم کے امام ربانی مولوی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

"حافظ جانی ساکن نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی

ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے
ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا
جہاد مسمّیٰ یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"
(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۲۷۰، مکتبہ بحرالعلوم این پی ۸/۱۶
غلام شاہ اسٹریٹ۔ کراچی)

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد صاحب مسلمانوں کے سامنے کھڑے سینہ پیٹ رہے ہیں ماتم کر رہے ہیں کہ سکھ ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرتے ہیں اذان وغیرہ فرائض دینیہ کی ادائیگی میں مزاحم ہوتے ہیں اس لئے ان پر جہاد کرنا واجب ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حاکم یاغستان یار محمد خان کوئی سکھ تھا؟ اور فرائض مذہبی کی ادائیگی میں مزاحمت کرتا تھا؟ ھاتوا برھانکم پھر سید صاحب نے پہلا جہاد حاکم یاغستان یار محمد خان سے کیا، یہ کیوں؟

معلوم ہوا کہ یہ سارا ڈرامہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو تہ تیغ بنانے اور وہابیت و نجدیت کی اشاعت کے لئے رچایا گیا تھا انگریز تو چاہتا ہی یہ تھا کہ اسلام اور مسلمان دنیا سے مٹا دیئے جائیں پھر ٹھاٹ سے حکومت کریں اسی لئے سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی جیسے مہروں کی قدر و منزلت انگریزی بارگاہ میں تھی ورنہ اس کو اسلام اور مسلمان سے کیا علاقہ۔ چنانچہ سید صاحب کی انگریز دوستی کا مسلمانوں میں چرچا ہونے لگا

چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل پانی پتی فرماتے ہیں:

"جب حضرت شہید بعزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقے میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ اس بنیاد پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔"

(حاشیہ مقالات سرسید، حصہ شانز دہم، ص ۲۵۱)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"کارد (سندھ) میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسن نے ان سے ملاقات کی۔ وہ سید صاحب سے ملاقات کے لئے آئے اور ایک بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ لوگ عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں اسی لئے بدلتے ہیں۔"

(سید احمد شہید، ص ۲۸۴)

نیز یہی غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"وہاں کے لوگوں نے کہا، انگریزوں نے
انہیں (سید صاحب کو) تمہارے ملک کا حال معلوم
کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔"

(سید احمد شہید، ص ۲۸۴)

علاوہ ازیں صوبہ سرحد کے علماء کرام نے سید احمد صاحب کو انگریزوں کا جاسوس قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا، غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے
مخالف ہیں۔ ایک نیا دین انہوں (سید احمد) نے
نکالا ہے کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے سب کو
برا کہتے ہیں انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا
حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا
ہے ان کی باتوں میں نہ آنا عجب نہیں تمہارا ملک
چھنوا دیں۔"

(سید احمد شہید، ص ۲۸۰)

نجدی، وہابی، دیوبندی علماء کی انگریز دوستی ہی نہیں بلکہ انگریزوں کی غلامی کے شواہد ان ہی کے قلم کا شاہکار منصفۂ شہود پر موجود۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا یہ فرمان کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں۔ مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے" غلامی کی سند کیلئے کافی ہے الحمدللہ رب العٰلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

" حقیقت یہ تھی کہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب مجاہدین آزادی شہر بریلی کے قائد تھے۔ انگریز کے مقابلہ سے فرار یہ علامہ مولانا موصوف کی شان کے خلاف تھا غازی ملت مولانا سید محمد میاں ہاشمی صاحب قائدین جنگ آزادی کا تذکرہ فرماتے ہوئے مجاہد کبیر حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں " کچھ عرصہ بعد آپ (مولانا عنایت احمد صاحب) بریلی چلے گئے اس دوران ہند میں انگریزی اقتدار بڑھا تو اکابر و رہنما اصحاب کی سرکردگی میں تحریک انقلاب کی سلسلہ جنبانی جاری تھی، مفتی صاحب بھی شب و روز بریلی کے انقلابی گروہ کی مشاورتی مجالس میں شرکت کرنے لگے اور نواب خان بہادر خاں کی قیادت میں جہاد و حریت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل ہوئے روہلکھنڈ بریلی مجاہدین آزادی کا عظیم مرکز تھا اور اس علاقہ میں انٹی برٹش تحریک کے قائد جلیل امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے

جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب تھے ان کے
مکان و مسجد مجاہدین کے مرکز تھے۔"

(المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ۔ ص ۳۹)

بھلا مسلمان مجاہدین کا قائد اور وہ بھی ولی کامل مسلمانوں کو یتیم بنا کر چلا جائے اور روپوش ہو جائے عقلاً اور نقلاً محال ہے یہی تو خاندان اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے جانشین شہزادے مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت سے انگریز دوستی تو کجا انگریزوں کی حمایت کا بھی پتہ نہیں چلتا بلکہ انگریز دشمنی اور انگریزوں سے بیزاری ظاہر ہے اگر انگریزوں کی دوستی دیکھنا ہے تو [illegible] صاحب فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے مجھ (اشرف علی) سے
دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو
انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے
(اشرف علی) نے کہا کہ محکوم بنا کر رکھیں گے
کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی
رکھیں گے مگر ساتھ اس کے (انگریزوں کو) نہایت
راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں

نے (یعنی انگریزوں نے) ہمیں (اشرف علی تھانوی کو) آرام پہنچایا ہے۔"

(الافاضات الیومیہ۔ حصہ چہارم۔ ص،۶۹ زیر ملفوظ ۱۱۳۶)

علاوہ ازیں حضرت علامہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دارالعلوم دیوبند سے کسی سنی نے ایک استفتاء بھیجا جس میں لکھا کہ:

"تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے جناب عالی! جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب صحیح ہیں سرمو فرق نہیں عید کے دن بعد نماز جمعہ ارکان علماء طلباء رؤساء نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کو خدا مغفرت نصیب کرے اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مبلغ چوبیس روپیہ کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کردیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کردیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعا

بیان کی اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کی۔"

(از احتہ العیب۔ ص ۲)

ملاحظہ ہو دوستی پکی اور محبت سچی اس کو کہتے ہیں جیسے علماء دیوبند کو انگریزوں سے ہے جارج پنجم کا باپ کافر اور اس کے لئے دعائے مغفرت۔ (معاذاللہ)

مگر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کوئی شہادت موجود نہیں بلکہ انگریزوں سے نفرت کے حوالے گزرے۔ ڈاکٹر خالد کا یہ نقل کرنا کہ:

" مولانا رضا علی خاں اس زمانے میں بریلی میں محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بااثر لوگوں نے گھروں کو خیر آباد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جاکر روپوش ہوگئے تھے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی۔" (سوانح اعلیٰحضرت) معلوم ہوا کہ بڑے حضرت کے حکومت سے پورے اعتماد کے تعلقات تھے۔"

(مطالعہ بریلویت، ص ۲۱۷)

اس عبارت میں کون سا لفظ ایسا ہے جس سے انگریز دوستی کی بو آتی تھی۔ یہ تو حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کی

دلیل ولایت ہے کہ اللہ عزوجل کی محافظت پر یقین کامل تھا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر باہر تشریف نہ لے گئے۔ بقول باا ثر لوگ ہی تو گئے تھے۔ تمام مسلمانوں نے بریلی کو نہ چھوڑا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چھوڑ کر خود تشریف لے جانا گوارا نہ فرمایا۔

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"جہاد کی ممانعت کا فتویٰ۔ جب ہندوستان میں انگریزی عملداری کے خلاف تحریکیں اٹھ رہی تھیں اور مسلمان انگریزوں کی مخالفت کرنے کو جہاد سمجھتے تھے تو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں نے ان کی روک تھام کے لئے ممانعت جہاد کے فتوے جاری کئے تاکہ مسلمان جو مذہب کے نام پر انتہائی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں "مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ دوام العیش۔ ص ۱۴۔ مطبوعہ حسنی پریس بریلی۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۱۹)

واضح ہو کہ انگریزوں کے مقابل جنگ آزادی کے ہیرو علماء اہلسنت ہی تو تھے جیسے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، مجاہد کبیر

مولانا سید کفایت علی صاحب کافی مراد آبادی، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (آزردہ) شہید علی گڑھی، مجاہد اعظم حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب مدراس اور حضرت مولانا مفتی صدر الدین صاحب آرزو دہلوی، حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی، مجاہد ملت مولانا فیض احمد صاحب عثمانی بدایونی، حضرت مولانا وہاج الدین صاحب، حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہی تو ہیں جو انگریزی سامراج سے ٹکرائے اور دین و ملک کو بچانے کی اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی برخلاف اس کے وہابی، دیوبندی علماء انگریزوں کی حمایت میں سرگرم رہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد تو انگریزوں کی حمایت میں جنگ کرنا مسلمانوں پر واجب قرار دیتے ہیں اور مقبول مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سید صاحب اس انگریزی حکومت کو اپنی عملداری ہی سمجھتے تھے مولوی رشید احمد گنگوہی و مولانا قاسم نانوتوی و حافظ ضامن شاہ وغیرہ نے انگریزوں کی حمایت میں مجاہدین اسلام سے ٹکر لی یہاں تک کہ حافظ ضامن انگریزوں کی حمایت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے دھرم دیوبندیت کے شہید کہلائے حوالہ جات پچھلے صفحات پر گزرے۔ یہ ۱۸۵۷ء کا دور تھا اور اعلیٰحضرت کی ولادت مبارکہ ۱۸۵۶ء ہے۔ گو ایک سال کی عمر میں انہوں نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا نیز جنگ آزادی کا زمانہ ۱۸۵۷ء اور دوام العیش لکھی

گئی ۔ ۱۹۲۰ء میں گویا ۶۳ سال کے بعد ڈاکٹر اس کو جنگ آزادی کے خلاف بتلا رہا ہے، حالانکہ دوام العیش سلطنت عثمانیہ کی اعانت کے متعلق سوالات کے جواب میں تحریر فرمائی اور تحریر فرمایا:

"سلطنت عالیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد واعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت قال تعالیٰ: لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا (وقال تعالیٰ) فاتقوااللہ مااستطعتم مفلس پر اعانت مال نہیں بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، لہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔"

(دوام العیش ۔ مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۲ء ۔ ص ۱۳، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ۔ ص ۴۶)

یہ سوال کیوں ہوا جس کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا ۔ ۱۹۲۰ء میں گاندھی کے ایما پر تحریک ترک موالات کا آغاز کیا گیا اور

اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے وہ کافر۔ جب مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی کو معزول کردیا تو گاندھی نے تحریک موالات ختم کرنے کا اعلان کرایا اگر خلافتوں کی حفاظت مقصود تھی تو اس کے لئے اور زیادہ جدوجہد کرنی چاہیئے تھی مگر یہ ایک فریب تھا جس کا پردہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاک کیا جس کو ڈاکٹر نے اپنی مستی میں جنون کا رنگ دیا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر مفتری اعظم کا محلہ ذخیرہ پر علامت "ا" کا نشان دے کر لکھنا:

> "گورا فوج لوٹ مار کا مال اس محلے میں جمع کرتی تھی اور یہ جگہ ان کا مرکز سمجھی جاتی تھی۔ ذخیرہ۔"
>
> (حاشیہ مطالعہ بریلویت ص، ۲۱)

ڈاکٹر صاحب! یہ سلیس مطلب کونسی لغت سے ماخوذ ہے؟ انگریز ایسے پاگل تو نہ تھے کہ اپنا مرکز کنٹونمنٹ چھاؤنی کو چھوڑ کر مسلمانوں کا لوٹا ہوا مال مسلمانوں کی گنجان بستی محلہ ذخیرہ میں لاکر جمع کرتے۔ آپ کے سلیس مطلب کی مثال تو یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا، ڈاکٹر صاحب! مولوی اشرف علی کو "تھانوی" کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے سلیس مطلب یہ بیان کیا کہ تھان بمعنی جگہ۔ بھون، بھوانی اور دیوی سے منسوب۔ پس مولوی اشرف علی صاحب جس جگہ بھوانی

دیوی کی پوجا کرتے تھے اس نسبت سے ان کو اشرف علی تھانوی کہتے ہیں اور اسی نسبت سے وہ مشہور ہوئے۔

نیز ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ:

"مولانا مصطفیٰ رضا خاں جانشین صاحبزادہ مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کی تعریف میں لکھتے ہیں: حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم مینہ بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہوسکتا تھا۔ رضا راضی (انگریز) ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر کا بکتا تھا، وہاں دس سیر کا فروخت کرتے تھے بلکہ مفت بانٹتے تھے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۱۸)

اس عبارت میں انگریز کی کونسی تعریف ہے بلکہ یہ تو حضور مفتی اعظم عالم اسلام، انگریزوں کی عیاری اور چالاکی کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یہاں پاکستان میں بھی انگریز غلہ وغیرہ مفت تقسیم کرتے اور مسلمانوں کو اپنے دین کی دعوت دیتے اور کم از کم گمراہ کرنے کی سعی کامل کرتے، یہ تو انگریزوں کے فریب کی نقاب کشائی ہے۔ مگر ڈاکٹر کے قلب کی سیاہی نے ساری دنیائے اسلام کو کالا سمجھ رکھا ہے۔

تحریف قرآن کے عنوان سے ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:
"قرآن کریم میں تحریف لفظی کر کے آیتیں غلط لکھنا۔"
قرآن کریم میں ہے:

آیت ۱: یاآیھاالذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ○ مولانا احمد رضا خان نے اسے یوں لکھا ہے: قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ○ (لمعتہ الضحیٰ، ص۲۰) اور قل اپنی طرف سے ڈال دیا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۴۷)

ڈاکٹر خالد محمود کے افلاس و بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ وہ تحریف کا مطلب بھی نہیں جانتا کسی طالب علم مبتدی ہی سے پوچھ لیتے تو ایسی ٹھوکر نہیں کھاتے۔ تحریف کا مطلب ہے کلام کو معنی، مفہوم اور مقصود سے پھیر دینا جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے تحریف کی اور لکھ دیا کہ:

"اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخر

نبی ہیں ۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر
زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔"

(تحذیر الناس ۔ ص ۲ ۔ ۳)

اللہ عزوجل اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خاتم النبیین کا مطلب آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور سب میں آخر نبی فرمائیں ، یہی معنی متواتر و قطعی آیات و احادیث و آثار صحابہ و اجماع امت سے ثابت اور ان پر ایمان لانا ضروری ۔ مولوی قاسم اس کو عوام کا خیال ٹھہرائیں اور اس معنی کے منکر کو اہل فہم و دانش بتائیں یہ ہے تحریف قرآن کریم جو علماء دیوبند کی حرزجان ہے ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذاللہ) اگر تحریف فرماتے تو کلمات کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی کلام کو معنی و مفہوم سے تبدیل کردیتے مگر علماء اہلسنت کے دامن اس عیب سے قطعاً پاک ہیں ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف میں معنی مفہوم سے بالکل انحراف نہیں اور معنی مقصود ہی پر کلام فرمایا تحریف قرآن کریم کا بدنما داغ تو علماء دیابند کی پیشانی کا چمکتا ہوا ٹیکا ہے ۔ کما امر۔

کتاب مستطاب "لمعۃ الضحیٰ فی اعضی اللحیٰ" داڑھی کٹانے اور منڈانے کی حرمت کے بارے میں تصنیف کی گئی استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

آیت ۲۔ قال تعالیٰ قل اطیعوا اللّٰہ

واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ٥

(محبوب) مومنین سے فرمادے کہ اطاعت کرو
اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور
اپنے علماء کی۔"

(لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ، ص ۱۵)

ڈاکٹر صاحب کو قل تو نظر آیا مگر قال تعالیٰ سے آنکھ بند کرلی یا بربنائے جہل سمجھ میں نہ آیا، صرف جو قرآن کریم میں بکثرت موجود اس کو بھی آیت کا جز قرار دے دیا کہ فقہائے کرام اپنے محاورات میں استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہاں بھی وہی قرینہ ہے۔ امام احمد رضا خان رضی اللہ فرماتے ہیں: قال تعالیٰ قل "یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (پیارے محبوب) مومنین سے فرمادے" اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ٥

یہاں کونسی قباحت لازم آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر داڑھی کٹانے اور منڈوانے کو جائز جانتا ہے۔ جب ہی تو اعتراض ہے۔

نیز ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے اور تحریف پھر قرآن کریم میں معاذاللہ یہ تو مولوی قاسم نانوتوی اور دیوبندیوں کا کام ہے کہ آیت خاتم النبیین کا مفہوم تبدیل کردیا اور لکھ دیا کہ اس آیت سے یہ سمجھنا کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ تحریف کا مطلب یہ ہے کہ معنی مقصود سے

اس کو پھیر دینا تبدیل کر دینا یہ تو بے دینوں اور گمراہوں کا کام ہے مومن کا کام نہیں ۔ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ کہنا صریح بہتان اور عظیم طوفان ہے جس کی زبان پر اللہ جل جلالہ نے بچپن ہی سے پہرہ بٹھا دیا اور غلطی سے محفوظ رکھا ہو ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

" کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے حضور (اعلیٰ حضرت) بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیۃ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور (اعلیٰحضرت) کو بتاتے تھے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا وہ زبر بتاتے تھے آپ زیر پڑھتے تھے ۔ یہ کیفیت حضور (اعلیٰحضرت) کے جدامجد مولانا رضا علی خان صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور اعلیٰحضرت کو اپنے پاس بلالیا اور کلام پاک منگواکر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا ۔ یعنی جو حضور پر نور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک

سے نکلتا تھا وہی صحیح تھا حضور (اعلیٰحضرت) سے
حضرت جدامجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح
کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کیا میں ارادہ کرتا تھا
کہ اسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔
حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا خوب
اور تبسم فرماکر سر پر ہاتھ پھیرا اور دل سے دعا دی
پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا یہ بچہ صحیح پڑھ رہا
تھا حقیقتہً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔

(حیات اعلیٰحضرت۔ ص ۲۳۔ ۲۴)

جس کا بچپن ایسا تابناک اور پاکیزہ ہو وہ عالم شباب و حواس کاملہ میں کیونکر غلطی کرسکتا ہے۔

ع ہرگز وہ نہیں سکتا خدا جس کا محافظ ہو

غور طلب یہ امر ہے کہ کتابوں کو لکھے ہوئے طویل مدت گزر گئی امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال ہی کو ۶۰ سال ہوگئے بے شمار علماء و فقہاء نے ان کی کتب کا مطالعہ فرمایا اور مصنف کو ان جلیل القابات اور عظیم خطابات سے سراہا اہل سنت کا امام اور مجدد زمان بتایا۔ تمام علماء اسلام بشمول حرمین شریفین کے علامہ و فہامہ ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں کسی کو کوئی عیب نظر نہ آیا خود

علماء دیوبند جو کذب و افتراء کے اسکالر ہیں ایسا جوڑ توڑ نہ لگا سکے ہم یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈاکٹر خالد محمود تمام علماء دیوبند جن میں مولوی محمد قاسم نانوتوی و رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھی، اشرف علی تھانوی، مرتضیٰ حسن در بھنگی، حسین احمد ٹانڈوی وغیرہم شامل ہیں سارے جاہل اور پاگل تھے جو اپنی دو کان چمکانے کے لئے کذب و افتراء کی خیانت کے پلندے ساری عمر بناتے ہوئے عدم کو سدھارے اگر ان لوگوں کو واقعی کوئی عیب نظر آتا تو ننگے ہو کر ناچتے۔ مکروفریب کا جال نہ بچھاتے۔

یہ کذب و افترا میں پہلوان اگر امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف میں عیب پاتے تو کیا کہرام مچاتے ساری دنیا میں ڈھول بجاتے جب کوئی عیب نہ ملا تو لاجرم کذب و افتراء پر کمر بستہ ہوئے بہتان طرازی اور افتراء پردازی سے کام کیا جھوٹے افسانوں اور تراشیدہ بہتانوں کا سہارا لیا نقل عبارات میں قطع برید کرنا ان حضرات کا داب قدیم ہے۔ یہاں تک کہ ان کے علماء نے اپنے دل سے کتابیں گھڑیں فرضی نام دیئے اور علمائے سابقین کی جانب منسوب کر دیں اور انتہا یہ کہ عالم و امام اپنے جی سے تراش لئے ان کے کذب و افترا فی الدین کا ذکر جمیل حضرت علامہ مولانا سلطان احمد خان علیہ الرحمہ نے کتاب لاجواب "سیف المصطفیٰ علی الاختراء" میں فرمایا جو ۱۲۸۹ء کو عالم شہود میں آئی بعد والوں نے اس سے بھی زیادہ ظلم ڈھائے جھوٹے

بہتانوں کے انبار لگائے مثلاً ایک کتاب بنام " سیف النقی" طبع کرائی جس میں کمال بے حیائی مصنوعی کتابیں اعلیٰحضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسماء طیبہ سے گڑھلیں اور فرضی عبارتیں ان فرضی کتابوں اور ان کے نام سے منسوب کرکے لکھا کہ آپ یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جدامجد و مرشد و غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فلاں فلاں کتاب مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحات پر یہ تحریر فرماتے ہیں، حالانکہ دنیا میں ان کتابوں کا پتہ نہیں نہ ان مطابع کا نام و نشان ۔ مزید برآں کہ اعلیٰحضرت کے والد ماجد علیہ الرحمہ کے نام سے فتویٰ گڑھا اور اس پر حضرت اقدس کی مہر تراشی اور تاریخ ۱۳۰۱ھ لکھی ۔ حالانکہ حضرت اقدس کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہوا یعنی وصال شریف کے چار سال بعد مہر کندہ کرائی گئی ۔ شیخ الاسلام دیوبند مولوی حسین احمد کے دجل پچھلے صفحات میں مذکور ہوئے ۔ علاوہ ازیں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اپنے آقائے نامدار مولوی رشید احمد گنگوہی کی مدح سرائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

" دشمن سے دشمن کے لئے بھی آپ
(رشید احمد گنگوہی) نے کبھی بد دعا نہیں کی اگر
منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سماوی میں
مبتلاء ہوا تو اس کو سن کر آپ کبھی خوش نہیں

ہوئے بدگوئی اور خرافات نویسی کی جتنی ایذائیں
آپ کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے
پہنچیں شاید دوسرے کو مولوی احمد رضا خان نے
پہنچائی ہوں اور نہ دوسرے سے امام ربانی (رشید
احمد گنگوہی) کو پہنچی ہوں گی مگر واللہ العظیم کہ
حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ
بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ معلوم
ہوجائے کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں
جس زمانے میں مولوی احمد رضا خان صاحب کو
مرض جزام لاحق ہوا اور خون میں فساد آیا تو بعض
لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب دشتم کا ثمرہ دنیا میں
ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت
سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہوگئے تو
حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ "کسی کی
مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیے، خدا جانے اپنی
تقدیر میں کیا لکھا ہو۔"

(تذکرۃ الرشید جلد دوم، ص ۸۲ ۔ ۸۳)

معاذاللہ ! ایسا عظیم جھوٹ دروغ بے فروغ لکھنے میں کوئی
حیا و غیرت بھی نہ آئی رشید احمد کا انتقال ۱۳۲۳ھ میں ہوا اور

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں۔ تادم واپسی امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات خود شاہد ہیں جو کذاب مفتری کی روسیاہی کو کافی ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے اللہ عزوجل کو امکان کذب سے متہم کیا۔ علم محیط زمین شیطان کے لئے نص سے ثابت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شرک جس میں کوئی ایمان کا حصہ نہیں وغیرہم لکھا۔

ان کو کفریات سے بچانے کے لئے امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہد پیہم فرمائی اور دوزخ سے جنت کی طرف دعوت دی یہ ان کا احسان عظیم ہے اس پر طرہ یہ کہ ان کو دشمن اور سب سے زیادہ ایذا دینے والا بتایا جارہا ہے اگر ایمان ہوتا اور رحمت خداوندی دستگیری فرماتی تو وہ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کو اپنا سب سے بڑا محسن مانتے اور ان کے احسانات کے گن گاتے مگر محروم تھے، محروم ہی رہے۔ اب حضرت علامہ ملک العلماء مولانا ظفرالدین صاحب علیہ الرحمہ کا تبصرہ اور حقیقت واقعہ اس دروغ گوئی پر ملاحظہ فرمائیں مولانا موصوف اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس مضمون کو اگر نثر میں مولوی عاشق الٰہی صاحب کی شاعری سمجھی جائے تو اس کی حقیقت خود ظاہر و آشکارا ہے ....

مولوی عاشق الٰہی جیسے جانثاروں نے اعلٰحضرت
کے متعلق جزامی کا افتراء کیا ہر عقلمند جانتا ہے
کہ بڑے سے بڑی ایذا اگر ہوسکتی ہے تو مولوی
صاحب کے الفاظ کفریہ توہین رسالت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وتکذیب خداوند عزوجل پر کفر کا
فتویٰ جو اعلٰحضرت نے کتاب مستطاب المعتقد
المنتقد کے حاشیہ میں تحریر فرمایا جو ۱۳۲۱ھ کی
تصنیف ہے اور ۱۳۲۱ھ میں چھپ کر شائع ہوا اس
کے بعد مولوی گنگوہی صاحب دو برس سے کم بچے
جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں انتقال بخدائے لایزال ہی
کرگئے ۔ ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک میں خود بریلی
شریف حاضر رہا اور بخدائے لایزال بقسم شرعی
کہتا ہوں کہ میں نے اعلٰحضرت کو بالکل صحیح و
تندرست دیکھا ۔ جذام کا کوئی شائبہ نہ تھا یہ
بہتانیوں کا نیا بہتان ہے اس کا جواب سوائے
اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں پڑھوں : "لعنۃ
اللہ علی الکذبین" اور تذکرۃ الرشید کے مصنف
صاحب کہیں پیش باد پھر اس فتوائے تکفیر کے
متعلق یہ لکھنا کہ شاید اتنی ایذا نہ دوسرے کو

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہنچائی ہو یہ
بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے خود اسی کتاب میں
اسی جگہ دوسرے منکرین ضروریات دین کی تکفیر
ہے اس لئے گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کسی کی
عداوت نہ زر، زمین، زن کا قصہ کہ اس عداوت
کی وجہ سے تکفیر کی گئی بلکہ یہ تو وعدہ الٰہ وعہد
ربانی: "واذ اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتٰب
بینۃ اللناس وتکتمونہ" کی تعمیل و تکمیل ہے
جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
توہین اور اللہ جل جلالہ کی تکذیب کی تو ان کی تکفیر
کی گئی پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی
پاسداری کیوں کی جاتی نیز دوسرا فقرہ بھی بالکل
غلط ہے کہ: "نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی
ہوں۔" یہ بھی بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیا مولوی
عاشق الٰہی کو یاد نہیں کہ وقوع کذب باری ماننے پر
اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پہلے
جناب مولانا نذیر احمد صاحب رامپوری ثم احمد
آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ ھ میں مطبع
خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا نیز

اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی تصدیق
بے شمار علماء حرمین شریفین و اہل ہند نے فرمائی۔
سب مسئلہ کفر میں اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ہم خیال ہیں تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے
کہ "دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں" پھر یہ
جملہ کتنے بھولے پن کا ہے کہ عمر بھر کبھی ایک
کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو
کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

اولاً:۔ کیا مولوی صاحب یوم ولادت یا یوم تکلم
سے مرتے دم تک گنگوہی صاحب کے ساتھ رہے
جو سننے کی نفی سے واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔

ثانیاً:۔ ایسا بھی سہی کہ آپ نے عمر بھر نہ سنا
اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کبھی نہ کہا۔

ثالثاً:۔ یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے عمر بھر نہ
کہا تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے کہ
اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولوی رشید احمد
کو اپنا دشمن جانتے تھے نہ گنگوہی صاحب اعلٰحضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور
اختلافات مذہبی تھے جو خیالات و اعتقادات

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے گنگوہی
صاحب کے نزدیک بدعت یا کفر یا شرک تھے
اس پر وہ بے محابا کفر و شرک کے فتویٰ دیتے
تھے یہ اپنی اپنی تحقیق تھی اس میں دشمنی عداوت
کی کیا بات تھی جو آپ نے نہیں سنا یا گنگوہی
صاحب نے کمال کیا کہ دشمن نہ جانا تو بہت تیر
مارا نیز اس کذاب مفتری کے اس صریح جھوٹ
سے گھبرا اٹھنا بھی عجیب سادگی اور ان کی بزرگی
اور کرامت کا اظہار ہے مگر درحقیقت کرامت کا
صفایا ہے جس طرح کرامت میں گڑھا تو یہ کہ
موت تک کی خبر آپ کو معلوم تھی کہ کہدیا کہ تم
نہیں مروگے اور مروگے تو میرے بعد مروگے اور
واقعہ یہ تھا کہ پاس کی چیز بھی نہیں سوجھائی دیتی
تھی کہ لوٹا ہے یا اوگالدان اور فلاں شخص صحیح
ہے یا مریض۔ اگر کشف وکرامت ہوتی تو فوراً کہتا
تھا کیوں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت بگاڑتے ہو۔"
(حیات اعلیٰحضرت، ص ۱، تا ۴،)

علماء دیوبند کے کذب و افترا کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بن
جائے کہ بطور نمونہ مشتے از خروارے عقلمند کو اتنا ہی کافی ہے۔

جو قوم کذب و افتراء میں اس قدر ماہر ہو اس کو اگر کوئی عیب نظر آتا تو وہ اسکو نظر انداز کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ وہ اس عیب کو ببانگ دہل ساری دنیا میں پھیلاتی شور مچاتی مگر کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکی حقیقت یہ ہے کہ لمعۃ الضحیٰ شریف ۱۳۱۵ھ میں تصنیف کی گئی اور تجلی الیقین ۱۳۰۵ھ الزبداۃ الزکیہ ۱۳۲۷ھ میں لکھی گئی ان کتب میں اگر کوئی ایسی غلطی اب نظر آتی ہو تو اس کو کاتب کی غلطی اور اسکی لاپرواہی سے تعبیر کیا جائے گا امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس عیب سے پاک ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی کو ان کے تعاقب کی جرات نہ ہوگی کیا نہ دیکھا کہ دارالعلوم دیوبند کی ناک مولوی انور شاہ کشمیری کو تسلی اسی در امام احمد رضا سے ملی حوالہ گزرا اور بعد سلیمان ندوی کے استاد مولوی شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ اس دور کے تمام عالم دین مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے سامنے ایک تنکے کی بھی حیثیت نہیں رکھتے حوالہ گزرا پھر یہ ڈاکٹر جس کی علمی قابلیت اور اپنی صلاحیت کا یہ عالم ہے کہ اولیاء کرام کو مسلمانوں کے مقابلے میں کافر سمجھ رہا ہے حوالہ گزرا اور صلحاء کے کھلانے پر اعتراض کہ صلحاء کو کھلائے یہ نہیں کہا کہ غربا کو کھلائے یہ صلحاء کو امرا سمجھتا ہے اگر قرآن کریم تک رسائی ہوتی تو یہ اللہ عزوجل پر بھی عیب لگاتا اور اعتراض کرتا۔

(کما قال تعالیٰ) والذین امنوا وعملوا

اصلحت سند خلهم جنت تجری من

تحتها الانهر خلدین فیھا ابدا ○

یعنی اور جو ایمان لائے (مسلمان) اور
اچھے کام کئے (صلحاء) عنقریب ہم انہیں جنت
میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ان
میں ہمیشہ رہیں گے۔" (سورہ النساء ۵۷)

اس پر ڈاکٹر یہ اعتراض کرتا ، اول صلحاء کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا۔ کیا صلحاء مسلمان نہیں ہوتے ، کافر ہوتے ہیں؟ دوئم کہتا ہے کہ صلحاء کو جنت میں لے جانے کے لئے فرمایا غربا کو جنت میں لے جانے کے لئے نہ فرمایا۔ مگر یہاں تک اس کی رسائی ہی نہیں ہوئی ورنہ اللہ عزوجل پر بھی وہی اعتراض جڑ دیتا جو اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جڑا گیا ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود کا ایمان

ڈاکٹر خالد کے امام اعظم اور تمام دیوبند کے امام الائمہ مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"بمقتضائے ظلمت بعضھافوق بعض
زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال
بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف
خواہ جناب رسالتمآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے
کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے
کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل سے چمٹ جاتا ہے۔"
(صراط مستقیم اردو۔ ص ۱۵۰)

یہ ہے ڈاکٹر خالد کی حلاوت ایمان کہ نماز میں پیر یا بزرگوں کی طرف خواہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگادینا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے چنانچہ اس کی تائید میں رقم طراز ہیں:

"ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ
سے ہمت پھیر کر اپنے پیر ومرشد کی طرف توجہ باندھ
لے تو اس صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل
میں جاگرے گا کیونکہ نماز خالصتاً اللہ کی عبادت
تھی نماز میں خدا سے ہمت پھیر کر کسی اور کی طرف
ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے
متعلق کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت
اللہ کے سوا کسی کی نہیں پس نماز میں پیر ومرشد یا
کسی ولی کی طرف ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔"
(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۸۶)

مولوی اسمٰعیل صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اشیاء جو ایک دوسرے پر فوقیت رکھتی ہیں جیسے کہ زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یعنی پیر یا اس جیسے اور بزرگ خواہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا یعنی خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہو جانے سے زیادہ برا ہے۔ گویا ڈاکٹر خالد کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں ڈوب جانے سے بھی زیادہ برا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر خالد کا فتویٰ ہے کہ نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی کی طرف ہمت پھیرنا یعنی خیال لے جانا شرک ہے کیونکہ اسمعیل صاحب نے فرمادیا ہے کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے معلوم ہوا کہ شیخ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا تعظیم کا متقاضی ہے چنانچہ ہر دیوبندی پر یہ لازم ہے کہ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت ہرگز نہ کی جائے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مذکور ہے۔ جب ذکر کریں گے ضرور خیال لانا پڑے گا پھر یہاں پر تو پیر ہی پر قدغن ہے قرآن کریم میں تو انبیاء مرسلین کے نام صراحتہً مذکور ہیں پس جو مسلمان اپنی نمازوں میں ان آیات کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں جن میں انبیاء مرسلین کا مذکور ہے تو خیال لانا لازم ہوا اگر تعظیم ملحوظ خاطر ہے تو ڈاکٹر کے فتویٰ سے شرک

اور اگر اہانت اور توہین کا التزام تو کافر ہوگیا علاوہ ازیں اگر کوئی دیوبندی یہ التزام کرے کہ وہ آیات جن میں صراحتہً ذکر موجود ہے تلاوت نہ کرے اور دوسری آیات کو لازم کرے جب بھی نجات نہ پائے گا کم سے کم سورہ اخلاص جس میں توحید مذکور ہے تلاوت کرے گا قل کہے گا یہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب اب کہاں جائے گا نیز یہ بھی نہ سہی کم از کم سورہ فاتحہ میں "صراط الذین انعمت علیہم" تو ضرور تلاوت کرے گا اور "انعمت علیہم" میں تو انبیاء علیہم السلام و صدیقین وشہداء اور صالحین سب کا خیال موجود یعنی یہاں تو انبیاء سے لے کر صالحین تک مذکور ہیں چنانچہ دیوبندیوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کو ترک کریں اور اس کی جگہ راماین، گیتا اور بھاگوت وغیرہ پڑھا کریں کیونکہ دیوبندیوں کو حسد تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے ہے رام چند، کرشن، لچھمن اور بدھ وغیرہ سے تو نہیں۔

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

"مولانا احمد رضا خان کو ان مثالوں سے اگر اختلاف تھا تو وہ کسی مثال پر جرح کرتے استدلال کی غلطی واضح کرتے انہیں اس کا پورا حق

تھا اختلاف علماء دین میں ہوتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دو مثالیں جو اپنی اپنی جگہ مستقل اور ایک دوسرے سے الگ اور جدا تھیں ایک دوسرے میں ملا دینے اور آپس میں گڈمڈ کر دینے کا انہیں کوئی حق نہ تھا دوسری مثال میں وسوسہ زنا کا کوئی ذکر یا دخل نہیں مگر مولانا احمد رضا خان کی دیانت کو داد دیجئے یا ان کی خیانت کا ماتم کیجئے کہ الکوکبۃ الشہابیہ میں کس طرح دونوں مثالوں کو ملادیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بالمقابل کس بے حیائی سے فاحشہ رنڈی کا لفظ لائے ہیں اور اس بے ادبی اور گستاخی پر ان کا ضمیر انہیں کچھ ملامت نہیں کر رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان آخر لکھ ہی گئے :

"مسلمانوں خدارا ان ناپاک شیطانی کاموں پر غور کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے۔ کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال آنے سے بھی برا ہے۔" حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کے الفاظ صرف ہمت کو خیال کے

لفظ سے نقل کرنا کوئی کم خیانت نہ تھی لیکن
اسے ایک پچھلی بحث سے بے تک جوڑ دینا اور
اسے ایک اشتعال انگیز اور گستاخانہ پیرایہ میں
اس طرح لے آنا ظلم بالائے ظلم ہے کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایک فاحشہ عورت کے
بالمقابل کیا جائے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۸۹ تا ۲۹۱)

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈاکٹر خالد محمود اپنے تمام علماء دیوبند بشمول حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اور امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ سے افضل و اعلیٰ و برتر بالا ہیں یا ان کے امام ذی الاحترام اور یہ ظاہر ہے کہ اکابر علمائے دیوبند ڈاکٹر سے بدرجہا اعلم یعنی علم و فضل میں بہت درجہ بلند تھے۔ ڈاکٹر خالد تو حکیم الامت وغیرہ کے سامنے کوئی حیثیت و لیاقت ہی نہیں رکھتے الکوکبۃ الشہابیہ ۱۳۱۲ھ میں عالم شہود میں آئی جس کو آج ایک سو چار سال ہوگئے تمام اکابر علماء دیوبند دم سادھے ساری عمر خاموش رہے کبھی کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی تو یہ ڈاکٹر کس گنتی و شمار میں ہے جو اس قسم کا جاہلانہ اعتراض کر رہا ہے اس کو اپنی جہالت پر ماتم کرنا ضروری تھا؟

اصل عبارت "صراط مستقیم" یہ ہے:

"بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض"

زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا
خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی
طرف خواہ جناب رسالتمآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم) ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور
گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا
ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور
گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے
اور نہ تعظیم۔"
(صراط مستقیم اردو۔ ص ۱۵۰)

مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ وہ ظلمت یعنی تاریکیاں کہ جو بعض پر بعض فوقیت رکھتی ہیں وسوسہ زنا سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور صرف ہمت کرنا یعنی خیال لے جانا شیخ کی جانب یا ان جیسے اور بزرگوں خواہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہوں اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں ڈوب جانے سے زیادہ برا ہے ڈاکٹر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بالمقابل کس بے حیائی سے فاحشہ رنڈی کا لفظ لائے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ فاحشہ رنڈی زانیہ ہی کو کہتے ہیں کیا زانیہ فاحشہ کافر و مشرک ہوتی ہیں؟ اگر نہ معلوم ہو تو اپنے اہل علماء سے پوچھ لو کہ مشرک زانیہ

سے بدرجہا بدتر ہے اور اس کا تم کو خود اعتراف ہے تم نے لکھا کہ:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
نے ایک مقام پر شرک کو زنا سے بدتر گناہ
قرار دیا تھا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۹۱)

اور تم خود گواہی دیتے ہو کہ:

"نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی کی
طرف ہمت پھیرنا شرک ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۸۶)

نیز لکھا:

"جب نماز میں ظاہری نظر پھیرنا ہلاکت
ہے۔ تو نماز میں باطنی توجہ کو خدا سے ہٹا کر اپنے
پیر و مرشد پر لگا دینا صریح شرک کیوں نہ ہو گا؟"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۸۷)

مولوی اسمٰعیل کی اس عبارت کو نص قطعی مان کر تم نے نماز میں صرف ہمت کو سند بنایا اور شرک صریح بتایا اور شرک زنا سے زیادہ سخت بلکہ بدترین جرم ہے تو اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو تمثیلاً رنڈی فاحشہ ہی فرمایا تم نے تو شرک صریح بتایا گویا اس سے بھی زیادہ نہایت سخت حکم لگایا پھر بھی اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

غصہ کرنا جنون ہے یا نہیں ؟ نیز ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ صرف ہمت کو خیال کے لفظ سے نقل کرنا کوئی کم خیانت نہ تھی یہ جہل اور عناد پر مبنی ہے خود "صراط مستقیم" ہی کی عبارت میں ہے:

"کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے۔"

(صراط مستقیم اردو۔ ص ۱۵۰)

پھر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خیانت کا بہتان شرمناک ہے۔ ایک مرتبہ پھر مولوی اسمٰعیل کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائیں:

"بمقتضائے ظلمت بعضھافوق بعض"

زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے یعنی نماز میں اپنی بی بی سے مجامعت کا خیال زنا کے وسوسے سے بہتر ہے گویا زنا (ظلمت بعض سے ظلمت فوق بعض) بدتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا یعنی خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے جیسا کہ خیال مجامعت سے وسوسہ زنا بدتر ہے

کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل گدھے
کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ
تعظیم بلکہ حقیر ذلیل ہوتا۔"

(صراط مستقیم اردو۔ ص ۱۵۰)

ملاحظہ کیجئے! بعینہ وہی عبارت ہے جو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمائی اور لفظ خیال پہلی مثال مجامعت میں موجود پھر مثال پر منطبق عبارت کہ: "شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنے خیال کو لگادینا (خیال لے جانا) اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال (یہاں بھی عبارت میں خیال موجود ہے) تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو (یہاں بھی خیال مسطور) نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم" گویا نفس عبارت میں خیال کئی جگہ موجود ہے۔ اس خیال کو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبارت کی مطابقت سے کہ تشبیہ تھی زنا (زانیہ فاحشہ رنڈی عورت) کو رنڈی فاحشہ ہی نقل کیا گویا سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ایسا برا ہے جیسا کہ مجامعت کے مقابلے میں زنا مگر زنا قبیح تو ہے مگر شرک نہیں۔ ڈاکٹر خالد تو اس کو شرک کہہ رہا ہے۔

یعنی حضور پر نظام ڈاکٹر اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب خیال لے جانا شرک صریح زنا سے بدرجہا بدتر ہے۔ لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم ○

یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

قیامت سے پہلے مومنین کا اٹھ جانا

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان نے یہاں الکوکبۃ الشھابیہ میں بڑا جھوٹ تصنیف کیا ہے کہ: مولانا اسمٰعیل شہید نے نزول عیسیٰؑ ابن مریم کی حدیث لکھ کر اس صفحہ پر صاف لکھ دیا "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔"

(مطالعہ بریلویت ا۱، ص ۲۹۴)

ڈاکٹر خالد محمود کا دجل و فریب ملاحظہ ہو کہ نفس مضمون کو کس طرح پلٹتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب تو ایک حدیث نقل کرتے ہیں، پھر اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ

نہیں تمام ہونے کا رات اور دن یعنی قیامت نہ
آئیگی یہاں تک کہ پوجیں لات اور عزیٰ کو سو کہا
میں نے اے پیغمبر خدا بیشک میں جانتی تھی کہ
جب اتاری اللہ نے یہ آیت "ھوالذی ارسل
رسولہ بالھدی الخ" کہ بیشک یوں ہی رہیگا آخر
تک بیشک ہوگا اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ
پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی جان نکال لے گی
جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر
ایمان سو رہ جاوینگے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی
نہیں۔ سو پھر جاوینگے اپنے باپ دادا کے دین پر۔
یعنی اللہ صاحب نے سورہ براۃ میں فرمایا ہے کہ
اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے
ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے
سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برا
مانیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت
تک رہیگا۔ سو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہوگا جب تک اللہ
چاہے گا پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ

سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی
ایمان ہوگا مرجاوینگے اور وہی لوگ رہ جاوینگے کہ
جن میں کچھ بھلائی نہیں یعنی نہ اللہ کی تعظیم نہ
رسول کی راہ چلنے کا شوق بلکہ باپ دادوں کی
رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے سو اسی طرح شرک
میں پڑ جاوینگے کیونکہ اکثر پرانے باپ دادے جاہل
مشرک گزرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی شد
پکڑے آپ بھی مشرک ہو جاوے اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ آخر زمانے میں بھی قدیم شرک
رائج ہوگا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۶۴۔ ۶۵)

ترجمہ حدیث کے ساتھ کامل عبارت تقویت الایمان کی حاضر ہے کہ لکھ دیا کہ:

"سو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا" یعنی وہ باد (ہوا) چل گئی اور مومن ختم ہوگئے نہ خروج دجال کا ذکر نہ نزول مسیح علیہ السلام کا تذکرہ، یہ نہیں لکھا کہ فرمانے کے مطابق ہوگا۔ اس جاہل مجنون کو "ہوا" اور "ہوگا" میں تمیز نہیں۔"

؎ یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

بڑے بھائی ہونے کی تہمت کا ذکر

ڈاکٹر خالد محمود اس امر کے منکر ہیں کہ مولوی اسمٰعیل نے انبیاء کو بڑے بھائی کا درجہ دیا لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کا یہ عقیدہ ہرگز ہرگز نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ معاذ اللہ بڑے بھائی کے برابر ہے۔"

(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۲۹۵)

ڈاکٹر خالد محمود کا آفتاب نصف النہار میں دن کا انکار اور رات ہونے کا اصرار ملاحظہ ہو مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام، امام زادے، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔"

(تقویت الایمان ۔ ص ۸۵)

دیکھا آپ نے اسمٰعیل صاحب مصنف اولیاء، انبیاء، کو بندے عاجز اور ہمارے بھائی لکھ رہے ہیں مگر اندھوں کو نگاہ نہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب جو تمام دیوبندیوں کے مسلم بزرگ

ہیں، ڈاکٹر خالد محمود کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی (بحوالہ مطالعہ بریلویت، ص ۲۹۰) فرماتے ہیں:

"مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے: ان اولیاء الا المتقون اور کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ۔ ص ۴۱)

تفصیلی تعارف تقویت الایمان اور صاحب تقویت الایمان کا یہ مختصر عجالہ متحمل نہیں البتہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش خدمت ہے ملاحظہ کیجئے:

اللہ واحد عزیز و جبار ارشاد فرماتا ہے:

وللّٰه العزة ولرسوله وللمومنين ولكن المنفقين لايعلمون (المنفقون : ۸) "اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔"

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں :

"اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔"

(تقویت الایمان ۔ ص ۲۷)

مخلوق میں انبیاء و مرسلین ملائکہ و ملائکہ مقربین سب ہی شامل ہیں مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں یعنی اللہ کی شان کے آگے چمار اتنا ذلیل نہیں (معاذاللہ) وہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں اللہ عزیز و غفار فرماتا ہے :

ان الذين امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خيرالبرية (البينه : ۷) "بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔"

مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں :

" سب انبیاء اور اولیاء اس کے رو.برو
ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں ۔"
(تقویت الایمان ۔ ص ۹،)

مولوی اسمٰعیل یہ بتا رہے ہیں کہ تم مومنین صالحین کو بہتر بتاتے ہو وہ تو کجا سب انبیاء اور اولیاء اس اللہ کے رو.برو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں ۔ یعنی اس کے رو.برو ذرہ ناچیز کم تو ہے مگر کم تر نہیں مگر انبیاء اولیاء کم تر ہیں ۔

اور لیجیے مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں :

" سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس کی توحید
کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی
عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ
بہتر ہے متقی مشرک سے ۔"
(تقویت الایمان ۔ ص ۳۲ مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور)

مولوی اسمٰعیل اور اس کے پرستاروں کو متقی کا مطلب بھی نہیں معلوم ۔ سن لو متقی اعلیٰ درجہ کے مومن کو کہتے ہیں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ۔ یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرۃ : ۱۸۳) " اے ایمان والو (مومنین) تم پر روزے فرض کیے گئے ۔ جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ تم متقی ہو جاؤ ۔" معلوم ہوا کہ ہر مومن متقی نہیں ہوتا مگر

ہر متقی مومن ہوتا ہے اور مولوی اسمٰعیل متقی کو مشرک کہتا ہے۔
لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

الاان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم
یحزنون ○ الذین امنواوکانوایتقون (یونس: ۶۲)

"سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ
خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے (مومن) اور
پرہیزگار (متقی) ہیں۔"

معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی وہ مومن ہیں جو متقی پرہیزگار ہوں تو متقی اعلیٰ درجہ کے مسلمان (مومن) کو کہتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل اور اس کے پرستار متقی کو مشرک سمجھتے ہیں (معاذاللہ) افلاس دین اور علم کا نمونہ جس قوم کا امام الائمہ ایسا مفلس اور کنگال ہو اس کے پرستاروں کا کیا عالم ہوگا؟

ملاحظہ فرمائیے! ڈاکٹر خالد محمود اور سارے وہابی، دیوبندیوں کا استاذالاستاذ مسٹر ابلیس لعین کی توحید تو کامل ہے اللہ عزوجل کے حکم "اسجد والادم" کے باوجود اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ مولوی اسمعیل نے اس نافرمانی کو فسق کا درجہ دے کر فرمایا کہ فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے متقی تو سارے اللہ کے پیارے محبوب ہیں ان کو مشرک بتا رہا ہے ورنہ مشرک کی ضد تو مومن ہے۔ جو

مومن ہے وہ ہرگز مشرک نہیں اور متقی اعلیٰ درجہ کا مومن اور اللہ کا ولی ہے کمر پھر کہتا ہے جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ یعنی ظلم و نافرمانی وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرسکتی اوروں میں تمام مومنین صالحین اور انبیاء و مرسلین ملائکہ و ملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والتسلیم سب ہی داخل ہیں ۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک ابلیس لعین کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ اس کے غیر کو نہیں اگر اس پر کسی کو کلام ہو تو وہ ابلیس کا شرک ثابت کرکے دکھائے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کی نظر میں

مولوی ظہور الحسن صاحب کسولوی بہ تصدیق مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بیان فرماتے ہیں:

> ”خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب

کے شاگرد تھے اوران کے کاتب تھے شاہ صاحب
سے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسمٰعیل صاحب
نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ
پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب
نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہوگیا ہوں مجھ سے تو
مناظرہ نہیں ہوسکتا میں اسمٰعیل کو بلائے لیتا ہوں
تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کرلو اگر تم غالب
آگئے تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا اور وہ غالب آگیا تو
اس کے ساتھ ہو جاؤں گا مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ
ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کریں گے۔
اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم
مناظرہ نہیں کرسکتے تو جانے دو۔ شاہ صاحب نے
یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اس
وقت دفع الوقتی فرمادی ہے۔ مگر یہ مولوی اسمٰعیل
سے کہیں گے ضرور۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب
شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم
اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں کیا
فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں
کہہ تو دوں گا مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش
کرے گا۔ اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال
آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دے دیا
ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی
میرا یہ خیال صحیح ہوا۔ شاہ عبدالقادر صاحب
نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی
اسمٰعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو
اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد
یعقوب صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے
کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا
خیال کیا جاوے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی
ہوں گے: "من تمسك بسنتی عند فساد امتی"
کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام
میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی یعقوب صاحب
نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان
کیا اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا:
"بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا، مگر وہ تو
ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اس

وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو
اور مانحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت
نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔"

(ارواح ثلثہ۔ ص ۹۳ تا ۹۵۔ امداد الغربا سہارنپور)

اس حکایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

نمبر ۱: مولوی اسمٰعیل ہٹ دھرم تھا جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ دوں گا مگر وہ مانے گا نہیں۔

نمبر ۲: مولوی اسمٰعیل اپنے استاد اور فقہاء کرام کا نافرمان و گستاخ تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے ارشاد کو نظر انداز ہی نہیں بلکہ پامال کیا۔

نمبر ۳: مولوی اسمٰعیل فتنہ انگیز اور فتنہ پرور تھا کہ رفع یدین سے بقول شاہ صاحب کے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔

نمبر ۴: مولوی اسمٰعیل بے علم کم فہم جاہل تھا جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا "بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا مگر وہ ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔"

نمبر ۵: مولوی اسمٰعیل افتراق بین المسلمین کا مجرم ہے جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ رفع یدین نہ کریں خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"ملک عرب میں قحط پڑا تھا سو ایک گنوار نے آکر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ عیہ وسلم بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۹،)

نیز مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۸۔)

اللہ کے دربار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت (معاذاللہ) اور اپنے پیر کا منصب ملاحظہ ہو۔ یہی مولوی صاحب اپنے پیر سید احمد صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"اور عنایت رحمانی اور تربیت ربانی بلاواسطہ آپ (سید احمد) کے حال کی متکفل ہوئی اور پے درپے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل و علا نے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورقدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے رکھ کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔"

(صراط مستقیم اردو۔ ص ۲۸۰۔ ۲۸۱)

یہ ہے شان اپنے پیر سید احمد کی:

ع نظر عیب پر کب پڑتی ہے رضا مندی میں
لیک بیزاری میں آتے ہیں نظر عیب تمام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق تو یہ دریدہ دہنی کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے (معاذاللہ) اور پیر کا داہنا ہاتھ خود خدا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ایسا

انعام و اکرام کرے جو غیر کے لئے محال ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام حالانکہ کلیم اللہ ہیں جب وہ اللہ عزوجل کی جناب میں عرض کریں: "کما قال تعالیٰ قال رب ارنی انظر الیك" عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔

"قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقرمکانه فسوف ترانی" فرمایا۔ "تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔"

"فلما تجلیٰ ربه للجبل جعله دکاوخر موسیٰ صعقا" (الاعراف ۱۴۳) "پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔"

یہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے کہ ایک ذرا سی تجلی فرمائی پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے اور اسمٰعیل صاحب کے پیر جی سید احمد کا داہنا ہاتھ خدا خود اپنے دست قدرت میں پکڑے اور بلاواسطہ اپنے ہاتھ سے رفیع اور بدیع اشیاء سید احمد کے حضور پیش کرے (معاذاللہ) اور سید احمد کے حواس میں فرق بھی نہ آئے۔ کسی نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کیا خوب کہا ہے:

ص جھوٹ وہاں تک بولئے جہاں تک پار بسائے
اسی من کا گھونگھرو ایک مرغا پہنے جائے

اے عزیزو جان لو! کہ وہابیت کے دو پر ہیں۔ ایک کذب دوسرا افترا۔ یہی ان کی اڑان ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ صاحب نے جب اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے سو انہوں نے اپنی بیٹی (فاطمہ) تک کو کھول کر سنادیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۵۵)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دوزخ سے نہیں بچا سکتے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ کے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا۔

سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔"

(تقویت الایمان۔ ص ۴۴)

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنے کو نہیں بچا سکتے تو بیٹی کو کیا بچا سکیں گے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر سید احمد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے آپ (سید احمد) کے پاس حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی اور چونکہ ان ایام میں علی العموم بیعت نہیں کیا کرتے تھے اس لئے اس شخص کی درخواست کو قبول نہ فرمایا جب اس شخص نے نہایت الحاح اور اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہیے بعد ازاں جو کچھ مناسب وقت ہوگا اس پر عمل کیا جائیگا پھر آپ اجازت اور استفسار کیلئے جناب حضرت حق میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ بندگان درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور اس جہاں میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کرتا ہے اور

حضرت حق کے اوصاف کو اخلاق مخلوقات کے
ساتھ کچھ مناسبت نہیں پس اس معاملہ میں کیا
منظور ہے ؟ اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص
تیرے ہاتھ پر بیعت کریگا اگرچہ وہ لکھوکھا ہی کیوں
نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفالت کریں گے ۔"

(صراط مستقیم اردو ۔ ص ۲۸۱)

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو کجا خود کو بھی نہ بچا سکیں اور مولوی اسمٰعیل کے پیر سید احمد کے ہاتھ پر جو بھی بیعت کرے اگرچہ لاکھوں سے سوا ہوں سب محفوظ و مان ۔ یہ ہے مولوی اسمٰعیل کا دین ودھرم جس کی حمایت میں ڈاکٹر خالد محمود نے اپنے دفتر اعمال کو سیاہ کیا ہم نے صرف بطور نمونہ اسی پر اکتفا کیا ۔ ہمارے اس بیان سے دیوبندی دھرم کی حقیقت اور ڈاکٹر خالد محمود کے دین کا بھرم کھل جاتا ہے۔ چنانچہ اب جو تقویت الایمان دارالاشاعت کراچی اور شیخ محمد یوسف نے جمعیت اہلحدیث کراچی کی جانب سے طبع کرائیں ہیں ان میں ان عبارات مذکورہ صدر کو نکال کر اپنی طرف سے نئی عبارات گڑھی ہیں ۔ اگر تقویت الایمان کی عبارات مسموم اور کفریہ نہ تھیں تو ان کو کیوں کتاب سے نکالا گیا؟ اس امر سے دیوبندی دھرم کا بطلان ظاہر ہو جاتا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی حمایت و تائید

ڈاکٹر خالد محمود، مولوی محمد قاسم نانوتوی کی حمایت و تائید میں دیوانہ وار اعلیحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز پر بہتان تراشی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے ص ۱۴ کی عبارت سے شرط کو حذف کر کے جزا کا صرف دوسرا حصہ لے لیا پھر اسی کے ساتھ ص ۲۸ کی مذکور عبارت میں سے شرط کو حذف کر کے اور جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف تیسرے حصہ کو اس سے جوڑ کر دیا ہے اور اس کے بعد اسی کتاب کے ص ۳ سے ایک عبارت اس کے اضراب کو جو ص ۴ پر "بلکہ" سے شروع ہو رہا ہے چھوڑ کر اسی کے ساتھ جوڑ دی ہے اسی طرح مولانا احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص۱۴، ص ۲۸ اور ص ۳ کی عبارتیں جوڑ کر ہر ہر عبارت کی شرطیں اور اضراب حذف کر کے ایک مسلسل عبارت بنادی ہے۔

تین جگہوں سے عبارتیں لے کر ایک
عبارت بنانا ۔ اس نئی عبارت کو پڑھنے سے یہ
بات ذہن میں آتی ہے کہ مولانا محمد قاسم ختم
نبوت زمانی کے منکر تھے اور یہ عبارت ختم
نبوت زمانی کے انکار کے لئے ہی آپ نے تحریر
فرمائی ہے ۔ حالانکہ آپ نے اس کتاب میں جگہ
جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا ہے ۔
(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۳۰۰)

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے کتاب تحذیرالناس ختم زمانی نبوت کی نفی میں تحریر فرمائی اس کی پیش کردہ عبارات اگر کسی اور انداز میں مثلاً ص ۳ پھر ص ۱۴ پھر ص ۲۸ کے مطابق پیش کی جائیں تو بھی انکار ختم نبوت ثابت ہے ۔ خنزیر (سور) تو خنزیر ہی ہے جس سمت کا گوشت پوست حاصل کرو گے وہ حرام ہی ہوگا ۔ تقریباً سوا سو سال گزر گیا کسی عالم دین نے اس کی حمایت نہ کی بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی اس کتاب کی عبارات کو اسلامی عبارت نہ ثابت کرسکے ۔ اگر کسی نے ان عبارات ملعونہ کو اسلامی عقائد کے مطابق ثابت کردیا ہوتا تو ڈاکٹر خالد محمود کو آج ماتم کرنا نہ پڑتا ۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے مولوی قاسم نانوتوی رقم طراز ہیں:

"قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم
جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں
تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم
ہونا بایں معنی کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ
کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل
فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات
کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر
صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف
مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار
نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح
ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں
سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو
خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر
اس وصف میں اور قدوقامت و شکل و رنگ و
حسب ونسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو
نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق
ہے جو اسکو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہیں کیا؟ دوسرے
رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی

جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے
کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے
اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو
تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین
آخری دین تھا اس لئے سدباب اتباع مدعیان
نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے
خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل
لحاظ ہے پر جملہ ماکان محمد ابا احد من
رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم
النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر
عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو
استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے
ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں
مقصود نہیں اگر سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس
کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۲۔ ۳۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۰ء)

مولوی قاسم نانوتوی کی عبارت مذکورہ بغور ملاحظہ کیجئے کہ کس
شدت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے

کا انکار فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرلیجئے تاکہ جواب کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہ ہو سو عوام یعنی جاہل اور ناسمجھ لوگوں کے خیال میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں (یہ عوام یعنی جاہل اور ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے کہ عوام مقابل ہے اہل فہم کے) مگر اہل فہم یعنی دانشمند اور علماء پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں یعنی اول و آخر آنے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے یعنی اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرلیا تو آیت مذکورہ اس صورت میں صحیح نہیں ہوسکتی ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی گویا آخری نبی سمجھنا اوصاف مدح اور مقام مدح کے خلاف ہے جو کسی مسلمان کو گوارہ نہیں کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی یعنی فضول بکواس کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قدو قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا گویا آخری نبی ماننے میں کوئی

فضیلت نہیں ہے اس سے اس بات کا وہم پیدا ہو گا کہ نعوذ باللہ خدا فضول باتیں بیان کرتا ہے ۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر یعنی کم مرتبہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں یعنی آخری نبی ماننے کا مطلب یہ ہو گا کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) اگر صاحب کمال ہوتے تو ان کے کمالات بیان کئے جاتے اور آخری نبی مان کر یہ واضح کردیا کہ ایسے ویسے ہیں جن کا بیان اس قسم سے کیا گیا ۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے گویا نانوتوی کے نزدیک قرآن اور حدیث مبارکہ پر تاریخوں کو تقدم حاصل ہے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احدمن رجالکم اور جملہ ولکن رسول وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا یعنی ان جملوں میں کوئی تناسب نہیں جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں مقصود نہیں یعنی اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آیت مذکورہ کے مفہوم کے مطابق آخری نبی مان لیا تو گویا قرآن کریم کو بے ربطی اور بے ارتباطی کا حامل بنایا اور یہ خدا کے کلام میں

مقصود نہیں پس لامحالہ نبی آخر الزمان ہونے کا انکار کرنا پڑے گا۔
لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مختصر عبارت میں مولوی قاسم نانوتوی نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں ماننے والوں پر کیسے شدید احکامات جاری فرمائے ہیں۔

(۱) عوام کا خیال یعنی جاہل اور ناسمجھ بتایا۔
(۲) اہل فہم یعنی علماء اور دانشمندوں کا مقابل ٹھہرایا۔
(۳) بالذات فضیلت کے منافی بتایا۔
(۴) مقام مدح کے خلاف ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو بتایا۔
(۵) آیت مذکورہ کو اوصاف مدح سے کوئی تعلق نہیں۔
(۶) اس صورت جو خلاف مدح ہو اہل اسلام میں کسی کو گوارا نہیں گویا مسلمانوں کے خلاف ٹھہرایا۔
(۷) خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی فضول بکواس کا وہم بتایا۔
(۸) نبوت ختم زمانی کو نبوت اور فضائل سے کوئی علاقہ نہیں۔
(۹) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے ان کا مرتبہ کم ہونے کا امکان ہے۔
(۱۰) آخری نبی ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ویسے میں شمار کرنا ہے۔

(۱۲) آیت کریمہ ماکان محمد الخ میں کوئی تناسب نہیں۔

(۱۳) نبی آخر الزماں ماننے میں ایک جز آیت کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دینا گویا خدا کے کلام کی بے ربطی اور بے ارتباطی ثابت کرنا ہے۔

نبی آخر الزماں ماننے والوں پر یہ شدید احکام جاری فرمائے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا یہ کہنا ہے کہ "اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں" اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ دین نے خاتم النبیین کے یہی معنی بتائے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں پس جو معنی متواتر و قطعی آیات و احادیث و آثار صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ان کو عوام کا خیال بتانے والا کیا منکر ختم نبوت نہ ہوگا؟

پھر یہ کہنا کہ "مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" یعنی اہل علم و دانشمند وہ ہیں جو آیات و احادیث و آثار صحابہ و تابعین و اجماع امت کے معین کئے ہوئے معنی کو یہ کہیں کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں وہ عوام کا خیال ہے یہاں عوام کس کو بتایا۔ تمام امت ہی کو نہیں بلکہ جملہ صحابہ، تابعین ائمہ دین و

اولیائے کاملین اور معاذاللہ ۔ اللہ اور اس کے رسول کو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ اللہ عزوجل اور اسکے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی معنی ارشاد فرمائے جس کو مولوی قاسم نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا اور خود ہی اس معنی کو ایجاد بندہ ہونے کا اقرار کیا فرماتے ہیں:

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی سی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۲۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہوا۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی خاتم النبیین مولوی محمد قاسم نے بیان کئے وہ اہل اسلام میں سے کسی سے منقول نہیں یہ صرف مولوی قاسم کی ایجاد ہے اور ختم نبوت کا انکار ہے نیز مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

"قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز

یا کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضیٰ ہے کہ تمام
انبیاءؑ کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے
انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقدیر مسطور
اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا
ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف
محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور
اور اسی طرح اگر فرض کیجیے آپ کے زمانے میں
بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان
میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں
آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت
بہرطور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا
سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن البشر ہے
ختم ہولیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے غرض
اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جاوے جو میں نے
عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی
نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے
زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی
آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۱۲۔ ۱۳۔ کتبخانہ اعزازیہ دیوبند)

نیز مولوی قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا اس ہیچمندان نے عرض کیا ہے تو سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود و بالخلق میں سے مماثل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہوجائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۲۴)

ے یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتارلی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

ڈاکٹر محمود اپنا سر پیٹ رہا ہے اور ماتم کر رہا ہے کہ ہائے مولانا احمد رضا خان نے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیرالناس کے ص ۱۴ کی عبارت سے شرط کو حذف کرکے جزا کا صرف دوسرا حصہ لے لیا پھر اسی کے ساتھ ص ۲۸ کی مذکور عبارت میں سے شرط کو حذف کرکے اور جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف تیسرے

حصے کو اس سے جوڑدیا ہے اور اس کے بعد اس کتاب کے ص ۳ سے ایک عبارت اس کے اضراب کو جو ص ۴ پر "بلکہ" سے شروع ہورہا ہے چھوڑ کر اسی کے ساتھ جوڑ دی ہم نے بحمدہ تعالیٰ تحذیر الناس کی کامل عبارات بتدریج ص ۲۔۳۔ پھر ص ۱۲ ۔ ۱۳ اس کے بعد ص ۲۴ کی عبارات نقل کردیں ہر عبارت اپنی جگہ پر انکار نبوت ختم زمانی پر شاہد ہے۔

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ کے اقسام بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

" اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ۔ حالانکہ فتاویٰ تمتہ اور اشباہ و نظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ

اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا
نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں۔"

(حسام الحرمین۔ ص ۲۰۔ مکتبہ نبویہ لاہور)

ان عبارات کو جس طرف سے بھی نقل کیجئے تب بھی انکار ختم نبوت زمانی لازم آئے گا۔ ڈاکٹر خالد محمود سر پیٹتا اور روتا ہے کہ ہائے ہائے امام احمد رضا خان نے کافر کہہ دیا حالانکہ کفر خود مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے اوپر لازم کرلیا جس سے نجات ناممکن۔

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا ہے قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

چنانچہ قادیانیوں نے ان ہی عبارات کو اپنے دین کے لئے سند بنا کر پیش کیا انجمن احمدیہ ربوہ کا ناظم لکھتا ہے:

"مولانا قاسم صاحب نانوتوی متوفی ۱۲۹۰ھ
فرماتے ہیں عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اگر اس

وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۲)

نوٹ:۔ خط کشیدہ الفاظ توجہ سے پڑھنے کے لائق ہیں وہ کیا فرق ہے جو عوام اور اہل فہم کے مذہب میں ہے اور اہل اسلام کو کیا بات گوارہ نہیں ؟ موازنہ فرمائیے اور جماعت احمدیہ کا مذہب اہل فہم اور اہل اسلام والا ہے یا مخالفین جماعت کا؟

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

"اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمندان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو

بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (رسالہ تحذیر الناس ص ۲۸)۔

(آیت خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک ص ۲۲۔ ۲۳۔ پیشکش وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان)

نیز ڈاکٹر خالد محمود کا یہ کہنا کہ:

"آپ (قاسم نانوتوی) نے اس کتاب میں جگہ جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا ہے مگر صریح عبارت ایک بھی پیش نہ کرسکے یوں تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی منکر ختم نبوت نہ ٹھہرے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے "چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔"

(شہادت القرآن۔ ص ۲۷۔ ۲۸۔ الشرکتہ اسلامیہ ربوہ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اور پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی ظاہر ہے جیسا کہ فرمایا ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔

(شہادت القرآن ص ۶۵۔ الشرکتہ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہے اور خاتم النبیین کا وہی معنی قرار دیتا ہے جو ختم نبوت زمانی کے انکار پر محمول نہ ہوتیں تو قادیانی دین والے ان عبارات کو بطور ثبوت و سند ہرگز پیش نہ کرتے معلوم ہوا کہ انکار نبی آخر الزماں پر دونوں متحد و متفق ہیں۔

عمل میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

"ان لوگوں نے جب دیکھا کہ انکار ختم نبوت کا الزام مولانا (قاسم نانوتوی) پر چسپاں نہیں ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ذاتی ہونے کا معنی بھی اپنی جگہ قابل اعتراض نہ ٹھہرا تو انہوں نے ایک اور الزام تراشا کہ مولانا کا عقیدہ تھا کہ امتی عمل میں بسا اوقات نبی سے بڑھ جاتے ہیں ایک ان کے ادارے کے بانی مولانا محمد قاسم نے عمل کی پیمائش کی تو امتی کو نبی سے بڑھا دیا۔ جب ہم نے اصل کتاب تحذیر الناس کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک ایسا لفظ موجود پایا جو اس سارے شبہ کو زائل کر دیتا ہے مگر معترض حضرات

نے اسے ساتھ نقل نہ کیا تھا، مولانا محمد قاسم کی اصل عبارت یہ تھی انبیاءؑ اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات "بظاہر" امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (تحذیرالناس) اس عبارت میں بظاہر کا لفظ فیصلہ کن تھا کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں اور بظاہر کا لفظ ان معنوں کے لحاظ سے عام ہے اسے سمجھنے کے لئے مولانا احمد رضا خان کا یہ فتویٰ بھی سامنے رکھیے:

عرض :۔ شیخ سے "بظاہر" کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جانا کیسا ہے ؟

ارشاد :۔ محرومی اور انتہائی گمراہی ۔ (ملفوظات ۔ حصہ چہارم ۔ ۱۵) یہاں "بظاہر" سے مراد یہی ہے کہ تمہیں وہ عمل ظاہر میں ایسا دکھائی دے رہا ہو کہ سنت کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں وہ خلاف سنت نہ ہو ، کیونکہ جو عمل حقیقت میں بھی خلاف سنت ہو اس کی وجہ سے پیر کو چھوڑنا ہرگز محرومی اور گمراہی قرار نہیں دیا جا سکتا ۔"

(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۲۲۱ ۔ ۲۲۲)

فن کذب و افترا کا اسکالر ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے کہ انکار ختم نبوت کا الزام نانوتوی پر چسپاں نہیں ہوتا کیسا صریح جھوٹ اور کھلا بہتان ہے جب انکار ختم نبوت زمانی کا ثبوت نہیں تو تکفیر کس بات پر کی گئی۔ جید علماء کرام و مفتیان عظام حرمین شریفین اور مقتدر علماء اسلام اور معروف مفتیان ہندوستان نے مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر انکار ختم نبوت زمانی کی بنا پر کی۔ آج بھی "حسام الحرمین اور الصوارم ہندیہ وغیرہ" ببانگ دہل یہی اعلان فرما رہی ہیں کہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کو کہنا پڑا کہ:

> "جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔"
>
> (الافاضات الیومیہ۔ جلد چہارم ص ۵۸۰۔ ملفوظ ۹۲۷)

ڈاکٹر کا افلاس اور جنون

فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں "بظاہر" کا لفظ فیصلہ کن تھا کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔ اس جنون کی بھی کوئی حد ہے بالفرض اگر حقیقت کے اعتبار سے نہیں تو پھر دعویٰ بے سود بلکہ جھوٹ مولوی نانوتوی کا دعویٰ تو یہ کہ انبیاء علوم ہی میں امت سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اگر بقول ڈاکٹر مجنون "بظاہر" کا لفظ

اس کو رد کرتا ہے تو پھر دعویٰ کرنا دیوانگی اور حماقت ہوگا۔ نانوتوی کی پوری عبارت ملاحظہ کیجیئے فرماتے ہیں:

> یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنا مدح کل انہیں دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال، کمال عملی انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھیے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"
>
> (تحذیرالناس۔ ص ۴)

ملاحظہ فرمائیے! یہ دعویٰ نبوت کمالات علمی میں سے ہے اور انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں اگر لفظ بظاہر اس کو رد کرتا ہے اور حقیقت کے خلاف بتاتا ہے تو دعویٰ سوائے جنون و حماقت کے اور کیا ہوگا۔ نانوتوی خود فرماتے ہیں دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ جب دلیل ہی باطل ہے تو دعویٰ بیکار ہے اور باطل بلکہ خالص جنون اور رہا الملفوظ کی عبارت "شیخ سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جانا محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔" اس لفظ "بظاہر" سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ بظاہر خلافت سنت بات ہے یا خلاف سنت نہیں۔ یہ ڈاکٹر کی حماقت کی دلیل ہے۔ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا بایں معنی ہے کہ خلاف سنت عمل نہ تو گمراہی ہے اور نہ کفر ایسی صورت میں شیخ سے پھر جانا محرومی اور گمراہی ہے کہ عمل خلاف سنت کسی بات کو گمراہی یا کفر سمجھنا خود گمراہی ہے۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کرنا فرائض دین سے ہے۔

(کما قال تعالیٰ) وتعزروہ وتوقروہ۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی اور اہانت گمراہی و کفر ہے۔ ڈاکٹر اہانت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خلاف سنت عمل کی طرح سمجھ رہا ہے۔ چنانچہ نفس عبارت سے ہٹ کر بھی دونوں کا حکم یکساں جانتا ہے

علماء دیوبند سے ایک سوال

بالفرض ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے اگر ممتاز ہوتا ہے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتا ہے باقی رہے افعال اس میں بسا اوقات "بظاہر" بندے خدا کے مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (نعوذ باللہ) اور دلیل دیتا ہے کہ اس میں "بظاہر" کا لفظ فیصلہ کن ہے کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مفتیان دیوبند ڈاکٹر خالد محمود کے بارے میں کیا حکم لگاتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ ذہن نشین کرلیجیے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے کمالات کو دو باتوں یعنی علم و عمل میں منحصر فرمایا ہے۔

امکان کذب باری تعالیٰ

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر بہتان۔ مولانا احمد رضا خان نے الزام قائم کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ خدا تعالیٰ (معاذاللہ) بالفعل جھوٹ بولتا ہے اور انہوں نے مولانا کا یہ فتویٰ کہیں خود دیکھا ہے سوال پیدا ہوا کہ وہ اصل فتویٰ کہاں ہے؟ جس کا خاں صاحب

نے رد کیا ہے وہ فتویٰ کہاں گیا؟ اس کا جواب خاں صاحب کے پاس کچھ نہ تھا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۲۸)

پھر لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان کی عبارت دیکھئے اور ان کو اس جھوٹ کی جسارت پر داد دیجئے "ظلم و گمراہی اس کا (حضرت گنگوہی کا) یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا صاف لکھ گیا اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا جانے اور تصریح کرے کہ معاذاللہ، اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہ درکنار فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے ہیں"

(حسام الحرمین۔ ص ۱۰۲) مولانا احمد رضا خان کی ہوشیاری اور جھوٹ ملاحظہ ہو یہ نہیں کہا کہ وہ فتویٰ خود ان کے پاس ہے بلکہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے یہ تعبیر اس لئے اختیار کی گئی کہ کوئی شخص اس کے پیش کرنے کا

مطالبہ نہ کردے ۔ مولانا احمد رضا خان نے اس
فرضی فتویٰ کے جو الفاظ تصنیف کیے وہ بھی ملاحظہ
ہوں :۔ " میں نے کب کہا کہ میں وقوع کذب
باری کا قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل
ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے ، جھوٹ بولا ہے ،
جھوٹ بولتا ہے۔" (تمہید ایمان۔ ص ۱۵) ۔

(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۳۲۹) ۔

ڈاکٹر خالد محمود کا ذہنی توازن

عنوان دیتے ہیں رشید احمد گنگوہی پر بہتان ۔ پھر لکھتے ہیں
مولانا احمد رضا خان نے الزام قائم کیا ۔ بہتان اور الزام کا فرق اہل علم
سے پوشیدہ نہیں ۔ نیز اعلحضرت فرماتے ہیں کہ :

" پھر تو ظلم و گمراہی اس کا یہاں تک بڑھا
کہ اپنے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخطی میں
نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی میں بارہا مع رد
کے چھپا۔"

(حسام الحرمین ۔ ص ۱۰۳)

اس عبارت سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ فتویٰ میرے پاس
نہیں ہے ۔ اگر نہیں تھا تو رد کس پر لکھا گیا علاوہ ازیں انکا یہ فتویٰ

۱۳۰۸ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا اور ملک کے گوشے گوشے سے اس شرمناک فتویٰ کا رد شائع ہوتا رہا۔ رشید احمد گنگوہی کا انتقال ۱۳۲۳ھ میں ہوا لیکن مرتے دم تک گنگوہی جی نے اس فتویٰ کی تحریر سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی توجیہ اور تاویل پیش کرسکے۔ اس فتویٰ کی فوٹو کاپی آج بھی بعض علماء اہل سنت کے یہاں محفوظ ہیں۔ حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب گولڑوی نے اس فتویٰ کا عکس اپنی کتاب "دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ" کے صفحہ ۴۰۲ اور ۴۰۳ کے درمیان لگادیا ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ فرمائے۔ علاوہ ازیں امکان کذب باری تعالیٰ پر حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار ساطعہ میں بھی ذکر موجود ہے جس کے بارے میں خلیل احمد انبٹھوی لکھتے ہیں:

"سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں
ایک کتاب مسمیٰ بانوار ساطعہ فی الواقع وہ ظلمات
باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گزری۔"
(براہین قاطعہ ص ا۔ کتبخانہ امدادیہ دیوبند)

معلوم ہوا کہ ۱۳۰۳ھ میں انوار ساطعہ طبع ہوچکی تھی جس پر ۲۴ جید علما کرام جس میں رشید احمد گنگوہی کے پیر ذی الاحترام حاجی امداد اللہ صاحب کی تقریظ بھی شامل ہے جو کتاب کے ساتھ ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوچکی تھی۔ بعد ازاں حضرت مولانا ابو عبدالرحمن غلام دستگیر صاحب قصوری علیہ الرحمہ اور خلیل احمد کے مابین ۱۳۰۶ھ میں مسئلہ امکان

کذب پر مناظرہ ہوا اور خلیل احمد کو شکست فاش اٹھانی پڑی ۔ مولانا غلام دستگیر صاحب فرماتے ہیں:

"یہ خلیل احمد براہین قاطعہ کا مولف مدرسہ عربیہ ریاست بھاولپور میں اول مدرس اور اکابر علماء میں سے تھا فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبت للّٰہی رکھتا تھا کیونکہ اسے علمائے اہلسنت سے خیال کرتا تھا مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین ریاست مذکور (بھاولپور) میں وارد ہوا اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدل ہو گئی اور جب اس رسالہ کے آخیر میں رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس نے بڑی شدومد سے کی ہے (چند سطر کے بعد) تب فقیر کو مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری کے قول کی تصدیق ہوئی جو انہوں نے ان کے حق میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ اس کا نام رشید ہے اور کام غیر رشید ہے پس فقیر نے براہین کو دیکھ کر بعض اعیان ریاست بھاولپور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والی

ریاست موصوفہ اصلحہ اللہ تعالیٰ حالنا وحالہ
واحسن مالنا ومالہ تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ
حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی ان کے
پیرو مرشد بھی حاجی صاحب شیخ المشائخ مولانا شیخ
غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر
شریف سے واپس تشریف لائیں تو انہیں حکم
"منصف" بنایا جائے اور ان کے روبرو براہین کے
مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو۔"

(تقدیس الوکیل، ص ۱۱۔ ۱۲)

مخفی نہ رہے کہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب نے امور متنازعہ پر "فیصلہ ہفت مسئلہ" لکھا وہ شائع ہو کر بغرض تقسیم اس کی کاپیاں گنگوہ پہنچیں تو رشید احمد گنگوہی نے جملہ نسخوں کو جمع کر دینے کا حکم دیا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی جن کو علماء اہلسنت میں شمار نہیں کیا جاتا ان کے صاحبزادے خواجہ حسن ثانی فرماتے ہیں کہ:

" نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی
حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس
وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد کے ہاں زیر
تعلیم تھے لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے
اس کو پڑھا جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو

انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی
کتابیں تو جلادیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں اس کے
کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی مولانا گنگوہی
سے ملنے آئے تو ان سے پوچھا کہ میں نے کچھ
کتابیں تقسیم کرنے کے لئے آپ کے پاس بھیجی
تھیں ان کا کیا ہوا ؟ مولانا گنگوہی نے تو اس کا
جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضر الوقت نے
کہا کہ علی حسن "حضرت خواجہ حسن نظامی" کو حکم
ہوا تھا کہ انہیں جلادو مولانا تھانوی نے میاں علی
حسن سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلادیں
انہوں نے جواب دیا کہ استاد کا حکم ماننا ضروری
تھا اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلادیں اور
آدھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت خواجہ حسن
صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے
اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے فوراً دو آم اٹھا
کر مجھے انعام دیئے۔"

(ماہنامہ منادی دہلی جلد ۲۹۔ شمارہ ۱۲۔ ص ۲۲)

ملاحظہ ہو گنگوہی صاحب کے یہاں اپنے پیرو مرشد کی یہ قدر و
قیمت ہے۔ گنگوہی صاحب دیوبندی دھرم میں امام ربانی اور قطب

الارشاد بھی ہیں ان کا مہری دستخطی فتویٰ متعلقہ وقوع کذب باری تعالیٰ ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا اسی وقت سے اس کے متواتر رد شائع ہوتے رہے اور علماء دیوبند تک پہنچتے رہے مگر مرتے دم تک گنگوہی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ فتویٰ میرا نہیں ہے اور نہ ان کے متبعین ہی نے اس نسبت سے انکار کیا پورے پندرہ برس کے بعد گنگوہی صاحب ملک عدم کو سدھارے تو علماء دیوبند نے شور مچانا شروع کیا کہ وہ فتویٰ ہمارے گنگوہی صاحب کا نہیں ہے یہ گنگوہی سرکار پر بہتان ہے حالانکہ اس فتویٰ کا عکس اب بھی بعض علمائے کرام کے ہاں محفوظ ہے بلکہ بعض کتابوں میں موجود ہے۔ کما ذکرہ۔

نیز مسلہ امکان کذب باری کے متعلق گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی رقم طراز ہیں:

"جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھاکر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے۔" لوگو تم کیا

لکھتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش
کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

(تذکرۃ الرشید۔ جلد دوم۔ ص ۳۲۲)

دیوبندی دھرم میں خدا کی شان

عرش عالم غیب میں ہے سائیں توکل شاہ نے چاہا تو عرش اور اس کے بھی آگے رشید احمد کا قلم چلتا ہوا دیکھ لیا آیۃ کریمہ الرحمن علی العرش استویٰ (سورہ طٰہٰ: ۵)

مولوی اشرف علی تھانوی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں " وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے۔" سبحان اللہ! دیوبندیوں کا خدا تو عرش ہی پر قائم ہے مگر دیوبندیوں کا امام ربانی رشید احمد گنگوہی عرش کے بھی آگے خدا ہی جانے کتنی بلندی پر اپنا قلم چلا رہا ہے اس کے خادم سائیں توکل شاہ عرش کے آگے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو
جب چاہے کرلیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔"

(تقویت الایمان ص ۳۴۔ مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور)

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے خدا کی جو شان بیان فرمائی وہ پوری سائیں توکل شاہ پر صادق آئی، اب اس کے سوا کوئی چارہ

نہیں کہ دیوبندی اپنے امام الائمہ مولوی اسمٰعیل کے فرمان کے مطابق سائیں توکل شاہ کی خدائی کا اقرار کریں، بہر نوع مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی حکایت سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا امکان کذب باری والا عقیدہ ثابت اور سائیں توکل شاہ کی شان خدائی ظاہر ہے۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

مسئلہ رحمۃ للعٰلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

"مولانا احمد رضا خان نے جب دیکھا کہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہنے کا فرضی فتویٰ اور اس کے فوٹو کا قصہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر چسپاں نہیں ہوسکا تو ایک اور الزام تراشا ان لوگوں نے یہ بات بنائی ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین نہیں مانتے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۳۵)

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو امکان کذب باری کا قائل ہونا اور فتویٰ کا ثابت ہونا اظہر من الشمس ہوچکنے کے بعد بھی منکر انکاری ہے اور پھر امام احمد رضا پر اس مسئلہ رحمۃ للعٰلمین کا بہتان طرفہ یہ کہ ایک

عبارت بھی امام احمد رضا خان کی پیش نہ کرسکا پھر لکھتا ہے:

"حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا تھا لفظ رحمۃ اللعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲۔ ص ۹)۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۳۶)

دیوبندیوں کا ایمان تو تقویت الایمان پر ہے مگر مسلمانوں کے لئے قرآن بس ہے اور اس کے خلاف کچھ سننا چاہتے ہی نہیں اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ○

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔"

اللہ عزوجل نے اس صفت رحمۃ اللعلمین کو خاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہی بیان فرمایا کسی غیر کو شریک نہ فرمایا۔ پس اللہ عزوجل کے مقابل رشید احمد گنگوہی کو لانا بلکہ اس حی و قیوم پر ترجیح دینا دیوبندی دھرم کا طرۂ امتیاز ہے ہر مسلمان کا قرآن کریم پر ایمان ہے کہ رحمۃ اللعلمین صرف اور صرف صفت خاصہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے اگر اللہ عزوجل نے کسی غیر کے لئے رحمۃ اللعلمین فرمایا ہو تو کوئی دیو کا بندہ ثابت کر دکھائے۔ پس اللہ عزوجل کے فرمان سے منہ موڑ کر گنگوہی سے رشتہ جوڑ کر دیوبندی ہی ہو سکتا ہے مومن ہرگز نہیں ہو سکتا زیادہ لکھنا محض بیکار ہے اس لئے کہ مسلمان کے لئے قرآن ہے اور دیوبندی کے لئے تقویت الایمان ہے کہ "جس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے" یہی دیوبندیوں کا جدید اسلام ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

" مومنین تمام کائنات اور جہانوں کی بہترین مخلوق ہیں جو چیز مومنین کے لئے رحمت ہوگی اس کا عالمین کے لئے رحمت ہونا خود لازم ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ننزل من القران ما هو شفاء ورحمة للمومنين ○

" اور قرآن میں ہم ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ مومنین کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔"

اب بتائیے کہ قرآن کریم رحمۃ اللعلمین کیوں نہ ہوگا قرآن کریم کے رحمۃ اللعلمین ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ اللعلمین ہونے کی نفی نہیں ہوتی؟"

(مطالعہ بریلویت۔ ص، ۳۳۰)

عزیزان ملت! اس قوم کا کیا حال ہوگا جو قرآن کریم میں چوری کرے اور اس پر افترا کرے۔ اللہ عزوجل تو فرماتا ہے:

وننزل من القران ماهو شفاء ورحمة للمومنين ولايزيد الظمين الاخسارا ○

(بنی اسرائیل۔ آیت ۸۲) "اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ قرآن میں مومنین کیلئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کیلئے نقصان اور خسارہ بڑھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کیلئے نہ تو رحمت ہے اور نہ شفا، صرف ایمان والوں کیلئے نعمت و رحمت ہے اور کفار فجار کیلئے زحمت و نقمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو رحمۃ للعلمین بناتا تو وما ارسلنك الا رحمة للعلمين نہ فرماتا، کیونکہ جب دوسرا رحمۃ اللعلمین ہے تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص جو ان کیلئے آیت کریمہ نازل فرمائی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی صفت رحمۃ اللعلمین سے موصوف نہیں۔ ڈاکٹر اور وہابی دیوبندی تو اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور قرآن کریم کے باغی ہیں۔ کمامر ذکرہ۔

علم محیط زمین شیطان و ملک الموت کے لئے نص سے ثابت

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں نے حضرت محدث سہارنپوری (خلیل احمد) کی جس عبارت کو کفر قرار دیا ہے اب ہم اسے پیش کرتے ہیں آپ اس پر اور غور فرمائیں اور ایک ایک قید پر گہری نظر رکھیں انشاء اللہ کہیں شبہ واقع نہ ہوگا۔ "شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔" (براہین قاطعہ ص ۴۷) اس عبارت میں "یہ" کا لفظ فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ شیطان کو جو برائی اور شر کے علوم حاصل ہیں وہ علوم رذیلہ پیغمبروں کو حاصل نہیں اور ان ہی علوم کی وسعت میں بات چل رہی ہے یہ علوم پیغمبروں کی شان کے مناسب نہیں پیغمبروں کے علوم اعلیٰ اور اشرف ہوتے ہیں سفلے اور کمینے علوم سے ان

کی ذات بہت بلند ہے۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص، ۳۴۰)

ڈاکٹر کے مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کو شر اور برائی کے علوم حاصل ہیں یہ علوم رذیلہ یعنی ذلیل، پیغمبروں کی شان کے لائق نہیں۔اب مولوی خلیل احمد کی عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخرعالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرعالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ۔ ص ۵۱۔ باہتمام مختار علی ابن محمد علی۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی)

مولوی خلیل احمد صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین۔ یعنی شیطان و ملک الموت کو علم محیط زمین حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم محیط زمین خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے

ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا خدا کا شریک ٹھہرانا ہے اور ایسا شرک جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں معلوم ہوا کہ علم محیط زمین خدا کے لئے خاص ہے غیر کے لئے شرک مگر شیطان و ملک الموت کو حاصل، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرعالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے شیطان و ملک الموت کے لئے ثبوت علم محیط زمین نص سے مانتا ہے مگر سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین کا نص ماننے کے لئے تیار نہیں،نص قطعی کا طالب کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے کہ شیطان کو جو برائی اور شر کے علوم حاصل ہیں وہ علوم رذیلہ (ذلیل) پیغبروں کو حاصل نہیں یعنی ان کی شان کے قابل نہیں کیونکہ ان علوم رذیلہ کا حامل بھی رذیل اور ذلیل ہی ہوگا پیغمبروں کے علوم اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ جب حضرت عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام کو ان علوم میں شریک ٹھہرایا تو معاذاللہ ان کو اپنے عقیدہ میں ذلیل بتایا پھر یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خلاف نصوص قطعیہ کے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے اور شرک نام ہے دوسرا خدا تجویز کرنے کا اور جو خدائی میں شریک ہوگا وہ خدا ہی ہوگا تو ڈاکٹر خالد محمود کے نزدیک علم محیط زمین پر خدائی میں شرکت لازم آئے گی تو

ڈاکٹر کے تین خدا ہوئے۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ شیطان کے یہ علوم رذیلہ ہیں جو شان نبوت کے منافی تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہ علوم جو شیطان و ملک الموت کو حاصل نص سے ثابت یہ علوم خدا کے لئے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہی حکم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم وہی خدا پر لازم آئے گا اور نہیں تو معاذ اللہ جہل خدا کا اقرار ہے اور دونوں باتیں کفر ہیں۔

ص یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

نص قطعی

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

کذالك نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ○

"ایسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔" جس کا مطلب یہ ہوا کہ علم محیط زمین تو کجا ساری سلطنت آسمان و زمین کا دیکھنا ثابت ہوگیا۔ پس علم محیط زمین ہی نہیں بلکہ آسمانوں کا علم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نص سے ثابت ہے۔ نیز لفظ "نری" استمرار و تجدد پر دال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا بلکہ مستمر ہے۔ یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکمل طور پر ثابت کہ لفظ "کذالك"

تشبیہ کے واسطے ہے اور تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ ضرور ہے مشبہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشبہ بہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھا رہے ہیں یوں ہی حضرت ابراہیم کو بھی ان کا معائنہ کرارہے ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ملکوت السموات والارض میں محیط زمین داخل ہے یا نہیں ؟ داخل ہے اور بلاشک داخل ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین تو کجا آسمانوں کی سلطنت بھی پوشیدہ نہیں۔

علماء مدرسہ دیوبند سے معاملہ

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:۔

"ہم نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی عبارت کو بار بار پڑھا اس میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور نے اردو علماء دیوبند سے سیکھی معلوم نہیں مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی اس عبارت میں علماء دیوبند کے استاد بننے کا لفظ کہاں سے لے لیا اور پھر اسے علماء دیوبند کی طرف منسوب کیا یہ بات قطعی

غلط ہے مولانا کی اصل عبارت یہ ہے " ایک
صالح ، فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب
میں مشرف ہوئے تو آپ کو (نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو) اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا کہ
آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا
کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا
ہم کو یہ زبان آگئی ، سبحان اللہ اس سے رتبہ اس
مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ۔ ص۔ ۲۶)۔"
(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۵۰۔ ۳۵۱)

ڈاکٹر خالد لکھتے ہیں کہ ہم نے خلیل احمد کی عبارت کو بار بار پڑھا اس میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا الخ جناب ملتا تو کیسے ملتا اس کے لئے بصیرت اور بصارت چاہیے اور آپ کے پاس نہ بصیرت ہے نہ بصارت اور نہ فہم ہے نہ فراست۔

ص آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

آپ کی سمجھ میں ہرگز نہ آئے گا مگر ہر مومن سمجھ جائے گا کہ یہ حکایت دارالعلوم دیوبند کے علماء کی مدح سرائی کے لئے بیان کی گئی وہ خواب جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں معلوم

ہوا کہ علماء دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ ایمان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اردو نہیں جانتے تھے جب معاملہ علماء دارالعلوم دیوبند سے ہوا تو اردو زبان جان گئے مگر وہ کونسا معاملہ تھا جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو نہ جاننے کے بعد اردو زبان آگئی معلوم ہوا کہ علماء دارالعلوم دیوبند کی وساطت (شاگردی) سے ہی تو اردو زبان سیکھی اور جس سے کچھ سیکھا جائے وہ سکھانے والا استاد کہلاتا ہے اور سیکھنے والا شاگرد۔ معاذاللہ۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

تو اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

"ومارسلنا من رسول بلسان قومه يبين لهم (ابراہیم:۴) اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے ہر رسول کو اس قوم کی زبان میں بھیجا جس قوم کی جانب ان کو بھیجا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کی جانب تشریف لائے تو تمام عالم کی زبانوں کا علم حاصل۔ علماء فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء سابقین اپنی قوم پر رسول کرکے بھیجے جاتے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق پر رسول ہیں نیز دارالعلوم دیوبند جب تک وجود میں نہ آیا تھا تو کیا کسی ہندی کو سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب نہ ہوئی؟ اگر زیارت نصیب ہوئی تو اردو زبان میں کلام نہ فرمایا؟

ثبوت دیجئے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین علاوہ ازیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمائے الٰہیہ کے مخزن و منبع ہیں کہ اللہ عزوجل کی نعمتیں بندوں کو سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے ملتی ہیں:

"(کماقال تعالیٰ)انعم اللّٰہ علیہ وانعمت علیہ"

"اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تونے اسے نعمت دی۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"انما انا قاسم واللّٰہ المعطی"

"عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔"

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاسم ہیں ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ تعالیٰ نہیں تو جو نعمت اور جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ پس جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے، جو جس کو ملا اور جو تقسیم ہوا اور تقسیم ہوگا ابتداء خلق سے ابدالآباد تک، ظاہر و باطن میں، روح و جسم میں، ارض وسماء میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں، جو کچھ ہے اس سب کے تقسیم فرمانے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا یہ مسلمانوں کا ایمان ہے

کسی دیوبندی کا نہیں۔ قطع نظر اس کے خود ڈاکٹر خالد محمود کے آقائے نعمت مولوی قاسم نانوتوی تحریر فرما چکے:

"کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاءؑ اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال، کمال عملی ہے۔ انبیاءؑ کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے۔"

(تحذیر الناس۔ ص ۴)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو منبع العلوم اور فاعل مانا۔ کیا علوم میں اردو زبان داخل نہیں؟ آج اردو زبان کا انکار کیا تو کل دوسری زبانوں کا انکار لازم آئے گا۔ پھر منبع العلوم اور فاعل ہونے کا دعویٰ باطل ہو جائے گا نیز منبع العلوم اور فاعل ماننے کے باوجود اگر اردو زبان کے علم کی نفی کی گئی تو سوال پیدا ہو گا کہ جب منبع ہی اردو زبان سے خالی ہے اور فاعل معذور تو مجمع العلوم میں قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ محروم ہیں، تو ان جہلاء یعنی علماء دیوبند کو یہ نعمت کہاں سے میسر آگئی، کیا کہیں نقب لگایا ہے؟ اگر نقب بھی لگایا تھا تو نہ منبع میں پایا نہ مجمع میں۔ نہ یہاں اردو تھی نہ وہاں۔ اردو ہی نہ تھی پھر ان کو کیسے اور کہاں سے مل گئی؟

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

ڈاکٹر خالد محمود اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب کی حمایت و صیانت میں رقم طراز ہیں:

"حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں ۱۳۱۹ھ میں تین سوال آئے۔ پہلا سوال قبروں پر سجدہ کرنے کے بارے میں تھا، دوسرا قبروں کے گرد طواف کرنے کے متعلق تھا اور تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو غیبی علوم بتلائے گئے ان کی بنا پر آپ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے تینوں سوالات کا جواب نفی میں دیا، نہ قبروں پر تعظیمی سجدے کی اجازت دی، نہ قبروں کا طواف صحیح بتلایا، نہ عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز کہا۔ اس تیسرے سوال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک سے بحث نہ تھی کہ کتنا ہے

اور کتنا نہیں ۔ معلوم صرف یہ کرنا تھا کہ آپ کو
عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں ۔"
(مطالعہ بریلویت ۔ ص ۳۵۳)

ڈاکٹر خالد کا فریب

عامتہ المسلمین کو اصطلاح شریعہ اطلاق وغیرہ سے کیا علاقہ اور نہ سوال میں عالم الغیب کے اطلاق کے متعلق سوال ، سائل کہتا ہے :

"علم غیب کی دو قسمیں ہیں ، بالذات
اس معنی عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں
ہوسکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے ۔ زید کا یہ استدلال
اور عقیدہ اور عمل کیسا ہے ؟"
(حفظ الایمان ، ص ۲ مکتبہ تھانوی ۔ دفتر الابقاء متصل مسافر خانہ
بندر روڈ کراچی نمبر ۱)

سائل تو حکم معلوم کررہا ہے کہ اس کا یہ عقیدہ اور عمل کیسا ہے ۔ ڈاکٹر محمود لکھتا ہے کہ :

" حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی
خدمت میں جو سوال کیا گیا تھا ، وہ علم غیب
سے متعلق نہ تھا ، اطلاق عالم الغیب کے بارے

میں تھا۔"

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۶۰)

سوال میں اطلاق کا مطلقاً کوئی لفظ بھی موجود نہیں۔ وہ تو کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ سوال علم غیب کے متعلق ہے۔ یہ ڈاکٹر خالد محمود کا دروغ بے فروغ ہے اور مسلمانوں کو فریب دینا مقصود ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم الغیب کو

منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس
امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ
کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام
نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا
ضرور ہے اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ
اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان
دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔"
(حفظ الایمان ۔ ص، مکتبہ تھانوی ۔ بندر روڈ کراچی)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں بیان فرمائیں ہے۔ (۱) بعض غیب (۲) کل غیب ۔ کل غیب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نقلاً اور عقلاً باطل فرمایا اور بعض غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانا اور اسی کی بنا پر کہا کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو ، بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات یعنی ہر جانور کو بھی حاصل ہے یعنی جو علم غیب بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانتا ہے وہی علم (معاذاللہ) ہر بچہ و پاگل اور جمیع حیوانات کے لئے ثابت کرتا ہے یہ تشبیہہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گستاخی ہے ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے :

"اس عبارت میں ایسا علم غیب سے مراد
مطلق بعض غیب تھا جسے بعض غیب کہا جا سکے
حفظ الایمان میں بعض کی مقدار زیر بحث نہ تھی۔"
(مطالعہ بریلویت۔ ص ۳۶۱)

اس عبارت خبیثہ کی ہرگز یہ توجیہ نہیں کیونکہ اس عبارت میں علم غیب کی دو ہی قسم بیان کی گئیں بعض علم غیب اور کل علم غیب۔ کل علم غیب کا انکار و بطلان ظاہر و واضح ہے، بعض غیب کا اثبات و اقرار۔ یہ تیسری قسم مطلق بعض غیب کہاں سے آگئی ؟ یہ ڈاکٹر کا جہل بسیط اور کید غلیظ ہے جو مسلمانوں کو فریب دیتا ہے کیونکہ تھانوی صاحب کی عبارت میں ایسا علم غیب سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب ہے اس لئے تحریر فرماتے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔

جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر علم غیب کا حکم کرنے میں کلام ہے تو علم غیب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مراد ہو گا پھر تھانوی صاحب زید سے پوچھتے ہیں تو کس کے علم غیب کو ؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے علم غیب کو پوچھتے ہیں اور کہتے ہیں :

"اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت
طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض

غیب ہے یا کل غیب۔"

تھانوی اور تھانوی کے پرستار سارے کے سارے بتائیں کہ اس عبارت میں زید سے کس کا علم دریافت کیا جارہا ہے۔ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق دریافت کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ علم غیب کی دو قسمیں کیں، بعض علم غیب اور کل علم غیب۔ پھر کل علم غیب کو نقلاً اور عقلاً باطل قرار دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب کا اثبات مانا۔ اسی کو تھانوی صاحب فرماتے ہیں اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اس عبارت میں بعض علوم غیبیہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی علم غیب مراد ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی متعلق کہا کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ اس علم غیب میں تھانوی یا تھانوی صاحب کے پرستار ہرگز مراد نہیں کہ ان کو زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم سے تشبیہ دی ہے، بلکہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے علم غیب کو پوچھا ہے اور اسی کے متعلق کہا "اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔" لہذا اب لفظ "ایسا علم غیب" سے نہ تھانوی کا علم غیب مراد

ہے۔ نہ تھانوی کے پرستاروں کا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب مراد ہوا اور اس کو پاگلوں اور جانوروں کی طرح بتایا۔ لہذا پوری عبارت ببانگ دہل شہادت دے رہی ہے کہ لفظ "ایسا علم غیب" سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا علم غیب ہے اور تھانوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین توہین کی ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود کے حکیم الامت تھانوی صاحب استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

یہ تھانوی صاحب اور پرستاران تھانوی کا جہل صریح اور حماقت قبیح ہے۔ حالانکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

هو الله الذی لا اله الا هو علم الغیب والشهادة "وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر غیب و شہادت کا جاننے والا۔"

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل عالم الغیب والشهادة ہے تو ہر علم خواہ غیب ہو یا شہادت ذاتی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص، بے عطائے عزوجل کوئی کچھ نہیں جانتا علم غیب کے متعلق فرماتا ہے:

وما كان الله ليطلعكم على الغيب

ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ○

(آل عمران : ۱۷۹) " اللہ کی شان نہیں کہ اے عام
لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ، ہاں اللہ چن لیتا
ہے اپنے رسولوں میں جسے چاہے ۔"

معلوم ہوا کہ علم غیب ہر کس و ناکس کو نہیں دیا جاتا البتہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں میں جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمائے یہ علم غیب اللہ عزوجل کے علم غیب سے بعض ہی تو ہے جو رسولوں کو عطا فرمایا جاتا ہے ۔ تھانوی اور پرستاران تھانوی ہر زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ کی شان نہیں کہ عام لوگوں کو علم غیب عطا فرمادے ۔ تھانوی کے پرستار اللہ عزوجل کو چھوڑ کر تھانوی کو اختیار کرتے اور اسی کو حق جانتے ہیں ۔ مگر مسلمان کا ایمان قرآن کریم پر ہے وہ اللہ عزوجل کے ارشاد کو حق جانتا ہے ۔

البتہ علم غیب عطائی کہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو عطا فرماتا ہے اور علوم شہادت ہر خاص و عام کو حسب استعداد و لیاقت عطا فرماتا ہے ، مگر جہال بدخصال کو اتنا بھی شعور نہیں اور پوچھتے یہ ہیں :

" تو پھر علم الغیب کو منجملہ کمالات نبویہ
شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ
انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت

سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے
تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے ۔"

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ علم غیب اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو عطافرماتا ہے ، نبی ہی اس منصب کا حامل ہے کہ اسے علم غیب عطافرمایا جائے کسی غیر نبی کا اس میں کوئی حصہ ہی نہیں ، البتہ جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم فرمائیں اور جس کو جتنا چاہیں بتائیں۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماذون و مختار ہیں سائل و محتاج نہیں ۔ کیا یہ وجہ فرق کافی اور وافی نہیں ؟ البتہ علم شہادت نبی اور غیر نبی سب کو حسب استعداد و لیاقت عطا فرمایا جاتا ہے ۔ دیکھو تمہارے حجتہ الاسلام مولوی قاسم صاحب نانوتوی بھی لکھ گئے کہ :

"کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے
ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن
میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی
ہے اور شہدا اور صالحین کا کمال ، کمال عملی ہے
انبیاءؑ کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع
العلوم اور قابل سمجھیے ۔"

(تحذیرالناس ۔ ص ۴)

غور کیجیے ! بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم صاحب نانوتوی فرمارہے ہیں کہ انبیاء منبع العلوم اور فاعل ہیں اور صدیقین مجمع العلوم

اور قابل ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علوم کا منبع ہیں فیض پہنچانے والے اور صدیقین علوم کے جامع ہیں اور مستفیض یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فیض پانے والے جب صدیقین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے محتاج ہیں، پھر ان کے بعد مومنین صالحین میں بکثرت مدارج و مراتب ہیں وہ سب حسب مراتب اور استعداد وہ علم رکھتے ہیں جو ان کے غیر کو میسر نہیں۔ پھر زید و عمر وغیرہ کس گنتی و شمار میں ہیں۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

> "پھر علم الغیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے۔"

گویا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے یعنی نبی ہی اس منصب کا مستحق ہے کہ اسے علم غیب عطا کیا جائے تو یہ علم غیب ضرور کمالات نبوت سے ہے اور تھانوی صاحب فرماتے ہیں اس امر یعنی عطائے علم غیب میں مومن ہی نہیں بلکہ کافر بھی یہ خصوصیت رکھتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ کی شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں علم غیب عطا فرمائے۔ اب قاری خود ہی فیصلہ کرلے اور جس کا چاہے دامن تھام لے اللہ کے پیارے رسول کا یا تھانوی صاحب کا۔

نوٹ :۔ ستانوے برس گزر گئے ۔

تھانوی صاحب بذات خود اور ان کی تمام ذریت سر دھڑ کی بازی لگا کر لپٹ رہے ہیں ۔ پسینہ میں شرابور ہیں ۔ مگر آج تک اس کفری عبارت میں کوئی بعید سے بعید پہلو بھی ایمان کا نہ نکال سکے ۔ باآلاخر لاچار و مجبور ہو کر لکھتے ہیں:

" حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت کے متعلق جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کردی جائے اور مقتضات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا ۔ (۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم مجانین (پاگلوں) و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سو ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے ۔ (۲) جس میں مخلصین حامیین جناب والا (اشرف علی تھانوی) کو حق بجانب جوابدہی میں سخت دشواری ہوتی ہے ۔"

(حفظ الایمان تغیر العنوان ۔ ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب اور ان کی ساری ذریت علماء دیوبند عاجز و مجبور ہیں اور اس عبارت کفریہ میں کوئی ایمان کا پہلو پیش نہ کرسکے تو یہ ڈاکٹر خالد محمود جو جاہل اور نافہم ہے جس کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ مشترک اور مترادف، معیت و مقابل کا فرق نہیں جانتا، صلحا کو امراء تصور کرتا ہے، بخار میں سردی لگنے کو جاڑا کہتا ہے، حالانکہ جاڑا ایک مستقل مرض ہے جس کی جاڑا، تجاڑی اور چوتھیہ قسمیں مشہور ہیں، جاڑے میں پہلے سردی لگتی ہے پھر بخار ہوتا ہے بخار میں پہلے سردی نہیں لگتی۔ درس نظامی کے مبتدی طالب علم جیسی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور مقابلہ کرتا ہے کس سے جن کے بارے میں مولوی سلیمان ندوی کے استاد مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> "اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی
> احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاہ (تنکے) کی
> بھی حیثیت نہیں رکھتے۔"
>
> (رسالہ الندوہ، ص ۱۷، اکتوبر ۱۹۱۴ء)

وہ اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ گویا ایک چمگاڈر آفتاب کا مقابلہ کررہا ہے۔

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

مولوی اشرف علی اور ان کا مرید

مولوی اشرف علی کا مرید تھانوی صاحب کو لکھتا ہے:

" خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف "لا
الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتا ہوں لیکن
"محمد رسول اللہ" کی جگہ حضور (اشرف علی)
کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا
ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ پڑھنے میں، اس کو
صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف
پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے
لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا
ہے، دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور
(اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی
چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری
یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ
رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور
کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ
میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اتنے میں

بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور
بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن
حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال
تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر
جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس
خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر
کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے باین خیال بندہ بیٹھ
گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی
غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا
ہوں " اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا
اشرف علی" حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب
نہیں ۔ لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان
اپنے قابو میں نہیں ۔ اس روز ایسا ہی کچھ حال رہا تو
دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا
اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ
باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں ۔
(اب تھانوی صاحب مرید کو جواب دیتے ہیں)
جواب : اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف

تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔

۲۴ شوال ۱۳۳۵۰ھ۔

(رسالہ الامداد۔ماہ صفر ۱۳۳۶ھ،ص ۳۵ امداد المطابع تھانہ بھون)

ڈاکٹر خالد محمود اس خواب کو ص ۳۶۸ پر نقل کرتے ہوئے اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اس تحریر میں ایک جگہ نہیں پانچ جگہ اس کلمہ کے غلط ہونے کی تصریح ہے اور پانچ جگہ اپنے بے اختیار ہونے اسے بے ساختہ پڑھنے اور زبان کے اپنے قابو سے باہر ہونے کی تصریح ہے مگر خدا تعصب کا برا کرے مولانا احمد سعید کاظمی آخرت سے کس قدر بے فکر اور خوف خدا سے یکسر خالی ہوکر عامۃ المسلمین کو گمراہ کررہے ہیں۔"

(مطالعہ بریلویت۔ص ۳۶۹)

بالفرض مان لیا جائے کہ مرید کو اپنی غلطی کا احساس اور اقرار ہے مگر پیر صاحب اشرف علی کو اس کے غلط ہونے کا کب احساس ہے نہ مولوی اشرف علی عالم بے ہوشی میں تھے نہ ان کی زبان و قلم بے اختیار تھے۔ انہوں نے قلم پر قابو اور اختیار کے باوجود ایک کلمہ کفر کو تسلی بخش بتایا اور مرید کی اصلاح کے بجائے اس کی ہمت افزائی فرمائی۔ پھر اس کو رسالہ کی زینت بنانا اور طبع کرانے کا سوائے اسکے

اور کیا مقصد ہوسکتا ہے کہ مرید کا کہا ہوا کلمہ اشرف علی رسول اللہ کی تشہیر کرنا اور مرید کیلئے اس میں سامان تسلی مہیا کرنا ہی تومقصود ہے۔

مولوی محمود حسن کی نقاب کشائی

ڈاکٹر خالد محمود اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن دیوبندی کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "حضرت شیخ الہند (محمود حسن) نے تحریک خلافت میں مسلمانوں کی عالمی اکثریت کے ساتھ ہندوستان کی غیر مسلم (ہندوؤں) کی تائید و امداد بھی حاصل کرلی تھی۔ آپ نے ان کی اس تائید کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور اپنے اس خطبہ میں اس کا ذکر فرمایا، ہم وطن ہونے کی حیثیت سے دونوں قومیں صلح و آشتی سے رہیں اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔"
>
> (مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۴۸)

مولوی محمود حسن کا بڑا کارنامہ اور شاہکار یہ ہے کہ تحریک خلافت کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد اور ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے کو عروج پر پہنچایا اور گاندھی جو ہنود کا مسلّم پیشوا اور لیڈر تھا اس کو اپنا امام بنایا اور اس کی سرکردگی میں تحریک خلافت کو عروج پر

پہنچایا اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے شعار کفار کو اپنایا اور ہندوؤں سے مذہبی اور سیاسی اتحاد کا یہ حال تھا کہ گاندھی اور محمود حسن کی جے پکاری جاتی تھی ۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا (محمود حسن) دیوبندی اور وہ مولوی صاحب ایک موٹر میں تھے اور بعض مسلمان لیڈر بھی موجود تھے جس وقت حضرت مولانا کا موٹر چلا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے مولوی محمود حسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔"

(افاضات الیومیہ، جلد ۶، ص ۲۵۵)

یہی مولوی اشرف علی تھانوی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"مگر افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ انہوں نے دوست و دشمن کو نہ پہچانا مسلمانوں کی قوم بہت ہی بھولی ہے زیادہ تو دھوکہ عام مسلمانوں کو ان لیڈروں کی وجہ سے ہوا یہ ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں ان کی باگ ان کے ہاتھوں میں ہے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ اور برباد کیا

دیکھ لیجئے مشاہدات اور واقعات اسکے شاہد ہیں۔
جے ہند کے نعرے لگائے قشقے (تلک) پیشانی پر
لگائے ہندوؤں کی ارتھی (جنازہ) کو کندھا دیا ان
کے مذہبی تہواروں کا انتظام مسلمانوں والنٹیروں
نے کیا یہ تو ایمانی نقصان ہوا جانی نقصان سنئے
ہزاروں مسلمان ان قصوں کی بدولت موت کے
گھاٹ اتر گئے ہجرت کرائی ہزاروں مسلمان بے
خانماں برباد ہو گئے مکان جائیداد غارت ہو گئیں۔"
(افاضات الیومیہ۔ جلد ۴۔ ص ۷۰)

مولوی حسن کا یہ عظیم کارنامہ لائق توجہ ہے۔ تھانوی صاحب کے بیان کو بار بار پڑھئے اور سر دھنئے۔

پروفیسر احمد سعید صاحب فرماتے ہیں:

"ہندوستان کی تمام تاریخ میں یہ دور
پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد
اپنے عروج پر تھا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دلجوئی
حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، مسلمان
رضا کاروں نے رام لیلا کا بندوبست کیا، مندروں
میں دعائیں مانگی گئیں، وید کو الہامی کتاب تسلیم
کیا گیا، رامائن کی پوجا میں شرکت کی گئی،

مسلمانوں نے اپنے ماتھوں پر تلک لگائے، گنگا پر
پھول اور بتاشے چڑھائے گئے، بار بار اس بات کا
اعلان کیا جاتا کہ گاندھی مستحق نبوت تھا اور یہ
کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی
ہوتا، گائے کی قربانی کو موقوف کرنے کی تجاویز
پیش کی گئیں اور سب سے زیادہ غضب یہ کیا کہ
دہلی کی جامع مسجد میں منبر رسول پر ایک متشدد
ہندو شردھا نند سے تقریر کروائی، اسی شردھا نند
نے بعد میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک
شدھی کا آغاز کیا۔"

(حصول پاکستان لاہور ایجوکیشن ایمپوریم۔ ۱۹۷۲ء۔ ص ۹۱)

یہ ہے مولوی محمود حسن کی تحریک خلافت کے ثمرات کہ ہزاروں مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا اور ہزاروں کو تہ تیغ کرایا اور جلایا۔ ممتاز دانشور پروفیسر مرزا محمد منور صاحب فرماتے ہیں:

" گاندھی کے لئے عام مسلم ملت کے
افراد مسلمان ہی نہ تھے فقط وہی مسلمان تھے جو
آشرم نشین ہوسکتے تھے، تلک لگوا سکتے تھے،
ہندوؤں کے سے انداز میں پرنام کرسکتے تھے،
ہندوؤں کی سی ٹوپیاں پہن سکتے تھے اور مسلمانوں

کو ہندو قوم سے جدا نہ جانتے تھے گویا خدا پرست
اور بت پرست ۔ گاؤ خور اور گاؤ کا پرستار ایک
ہی ملت کے فراد تھے ۔"

(بعنوان "حقیقت حال" بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۔
۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء، صفحہ آخر)

ان مضامین کے آئینہ میں محمود حسن صاحب کی شکل بغور و خوض ملاحظہ فرمائیں جو گاندھی کے خاص منظور نظر بھی تھے محمود حسن کی تحریک خلافت کو سمجھنے کے لئے یہ مختصر بیان کافی ہے ۔ مزید برآں منشی تاج الدین صاحب احمد تاج فرماتے ہیں :

"آہ! ابوالکلام آزاد، محمود حسن اور اجمل خاں فسادات بہار کے روح فرسا و جانگداز اور جسم و جاں میں سنسنی ڈال دینے والے واقعات کو اس طرح عمداً اور جان بوجھ کر نظر انداز کر گئے ہیں کہ جس طرح کسی دنیا میں یہ واقعات ہوئے ہی نہیں ۔ ایسی بے حیائی پالیسی بے غیرتی اور ایسی بے حمیتی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے فسادات بہار کے مفصل حالات اگر لکھے جائیں تو اس داستان ظلم و ستم کے لئے کئی ہزار صفحات چاہئیں چونکہ حکیم صاحب نے نہایت مکاری اور دھوکہ بازی سے

کام لیا ہے ۔ اس لئے انشاء اللہ عنقریب ہندوؤں
کے مظالم کے نام سے فسادات بہار کے مفصل
حالات رسالوں کی صورت میں چھاپ کر
ہندوستان میں عام طور پر شائع کئے جائیں گے تاکہ
ہندوؤں کے ناپاک منصوبے اور مظالم اور
مسلمان لیڈروں کی ناعاقبت اندیشیوں سے بھولے
بھالے اور ناواقف مسلمان واقف ہو جائیں لیکن
فی الحال مجملاً بتانا چاہتا ہوں کہ علاقہ بہار میں
ہندوؤں نے محض قربانی گاؤ کو روکنے یعنی
مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند
کرنے کیلئے ہزارہا کی تعداد میں اور لشکروں کی
صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات
سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر،
ہزارہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو
نہیں مسلمانوں کے ایک سو چالیس (۱۴۰) گاؤں
اور دو ہزار سات سو مکانات اس بیدردی کے ساتھ
لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے،
مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم
ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے، مسلمانوں کی لاکھوں

روپے کی جائیداد آپ کے ہندو دوست کئی دن
تک لوٹتے رہے ، مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو
آگ لگاکر خاک سیاہ کردیا ، اگر کسی غریب
مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے برتن کسی کنویں
میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے
پتہ لگاکر وہاں سے بھی نکال لئے ، آپ کے ہندو
دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلادیں ۔
آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان
عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی ۔ آپ
کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان
مسجدیں شہید کردیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی
ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی
اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو آپ
کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید
پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے
پاس پڑھنے کے لئے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی
نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے
مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کیلئے
قرآن مجید بھیجے جائیں آپ کے ہندو دوستوں نے

پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے
پاس سر چھپانے کو جگہ نہ رہی اور یہ خانماں برباد
مسلمان کھیتوں میں چھپتے چھپاتے دن رات
مختلف مقامات میں بھاگتے پھرے اور کئی کئی دن
تک بچے بوڑھے اور عورتیں فاقہ کرتی رہیں۔"
(ہندوؤں سے ترک موالات۔ ص ۶۔۵)

پھر منشی تاج الدین صاحب احمد تاج فرماتے ہیں:
"مناسب تو یہ تھا کہ ان مظالم بہار کے
بعد ہی آپ کے ہندو دوست مسلمانوں پر رحم
فرماتے لیکن نہیں انہوں نے دوسرے سال ہی
بقرعید کے موقع پر کٹارپور میں مسلمانوں پر وہ ظلم
کیے کہ جنہیں سن سن کر جگر شق ہوتا ہے اور
دل خون کے آنسو روتا ہے، ایک نہیں دو نہیں
قریباً تیس (۳۰) مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا
دیا گیا اور پھر مٹی کا تیل ڈال کر جلایا گیا،
مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی گئی،
مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی، قرآن شریف
کے ساتھ ناپاک سلوک کیا گیا۔ یہ ہیں آپ
کے رحمدل اور سوراج کے طالب ہندوؤں

کے کارنامے ۔"

(ہندوؤں سے ترک موالات ۔ ص ۸)

مولوی محمود حسن صاحب کی ساری زندگی کی خدمات کے یہ ثمرات ہیں جو مسلمانوں کے لئے عذاب شدید بن کر قتل و غارت گری اور لوٹ مار کرانا، مساجد کو شہید، قرآن کریم کو چاک چاک کرکے پرزہ پرزہ کرانا، ہزارہا مکانات کو جلانا، مسلمانوں کو دربدر کرکے پھراتا رہا۔ پھر بھی ڈاکٹر خالد محمود کا محسن، دین کا خیر خواہ اور مسلمانوں کا خدمتگار کہلاتا رہا ہے ان مسلمانوں سے مراد وہی مسلمان ہیں جن کے بارے میں تاج الدین احمد تاج صاحب فرماتے ہیں :

" مسٹر خدا بخش ایم اے جو ایک تعلیم یافتہ مسلمان ہیں اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں اپنی ایک کتاب میں قرآن مجید کی بابت لکھتے ہیں کہ " وہ رسول پاک کی محض ایک ڈائری ہے جس میں جو جو باتیں ان کی طبیعت میں آتی گئی ہیں وہ درج کرتے گئے ہیں ۔" ایک اور تعلیم یافتہ لیڈر سید امیر علی اپنی تصنیف سپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ : " قرآن میں فرشتوں کا جو ذکر ہے وہ محض حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وہم اور شاعرانہ نازک خیالی تھی ورنہ فرشتے

درحقیقت کوئی چیز نہیں۔" وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ "محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ایک بڑی غلطی یہ کی کہ جب قریشیوں نے ان سے کہا تھا کہ تم ہمارے تینوں دیوتاؤں کو مان لو تو ہم تمہارے خدا کو مانیں گے تو انہوں نے کچھ عرصہ کے لئے مان لیا۔" وہ لکھتے ہیں کہ "حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قانون نیم وحشی عربوں کے لئے اچھے تھے میں بھی مانتاہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعلیم نے عرب کے وحشیوں کی حالت کو بہت سدھارا تھا مگر اب وہ بعید از وقت ہیں اور آج کل کے سائنس کے معاملہ میں اس کی گنجائش نہیں۔" اس طرح سید امیر علی آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پردہ سسٹم کے مخالف ہیں اور کثرت ازدواج کے مسئلہ کو زناکاری خیال کرتے ہیں۔ صوفی فرقہ کے آدمی ہماری مانند "ادم ادم" کی بجائے اللہ اللہ کرکے پرنام کرتے ہیں۔ مظہرالحق جو مسلمانوں کے ایک سربرآوردہ لیڈر ہیں، انہوں نے اپنی تقریر میں گوشت کو انسانوں کی قدرتی خوراک نہیں بتلایا

اور ایک اور لیڈر مسٹر یوسف علی ایم اے نے
ابھی دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: "اے
مسلمانو! اگر تم اپنی زندگیوں میں پاکیزگی چاہتے
ہو تو رامائن، مہابھارت اور گیتا کا پاٹھ کرو"۔
غرضیکہ اسلام بھی اب ایک زمانہ ماضی کا مذہب
ہوگیا اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو تسلی نہیں دے
سکتا۔ اس کے آخر میں آپ نے فرمایا "ویدک
دھرم تمام دنیا کی مشکلات کو حل کرسکتا ہے اور
اس کا پرچار کرکے ہم دنیا میں سوراجیہ ہی نہیں
بلکہ چکرورتی راج حاصل کرسکتے ہیں۔"

(ہندوؤں سے ترک موالات۔ ص ۱۶۔ بحوالہ ازاخبار بندے
ماترم لاہور۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

ڈاکٹر خالد محمود کی مسلمانوں سے مراد اس قسم کے مسلمان کہلانے والے اصحاب واشخاص ہیں جن کے امام ومقتدا مولوی محمود حسن صاحب ہیں انکی تحریک خلافت کے ثمرات کتاب مستطاب ہندوؤں سے ترک موالات میں اجمالاً مسطور ومذکور ہیں جو چاہے ملاحظہ فرمائے:

مولوی محمود حسن کی قرآن فہمی

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان
لن نقدر عليه (الانبياء: ۸۷)

محمود حسن اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

"اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو
جب چلا غصہ ہو کر، پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں
گے اس کو۔"

(ترجمہ محمود حسن تاج کمپنی نمبر ۱۔۹۷ ص ۴۲)

اس ترجمہ میں اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کی ترجمانی اس طرح کی کہ یونس علیہ السلام نے سمجھا کہ ہم (اللہ تعالیٰ عزوجل) اس کو پکڑ نہ سکیں گے۔ ایک یہ اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کا انکار اور عجزو مجبوری کا اقرار ہے۔ دوم یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کذب و بہتان ہے کہ نبی تو بہر نوع معصوم ہوتا ہے ان کا سمجھنا تو بڑی بات وہ تو وہم بھی نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل ان کو پکڑ نہیں سکے گا۔ (معاذاللہ، استغفراللہ) حالانکہ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے:

"اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا
غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ

کریں گے۔" (کنز الایمان)

محمود حسن نے "نقدار" کا ترجمہ کیا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے "نقدار" متکلم قدر سے ہے اور قدر کا معنی تنگی یا تنگ کرنے کے ہیں جیسے دوسری جگہ ارشاد فرمایا جاتا ہے:

الله يبسط الرزق لمن يشاء و يقدار

(سورہ الرعد : ۲۶) اللہ جس کے لئے چاہے روزی کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔"

یقدار بھی قدر سے ہے معلوم ہوا قدر کا معنی تنگ کرنا ہے۔

دوم اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المنفقين يخدعون الله وهو خادعهم (النساء: ۱۴۲)

محمود حسن اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

"البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی (اللہ) ان کو دغا دے گا۔"

(ترجمہ محمود حسن تاج کمپنی نمبر ۱۔ ۶۰)

یہاں اللہ عزوجل کو جو سبوح و قدوس ہے اس کے متعلق لکھا، وہی ان کو دغا دے گا۔ اللہ عزوجل کو دغا دینے والا کہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

" بیشک منافق اپنے گمان میں اللہ کو

فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی (اللہ) انہیں غافل کر کے مارے گا۔" (کنزالایمان)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا (سورہ یوسف: ۱۱۰)

مولوی محمود حسن ترجمہ کرتے ہیں:

"یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔"

(تاج کمپنی نمبر ۱۔ ۶۷)

رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب اللہ عزوجل سے ناامید ہونا اور اللہ کے فرمان کو جھوٹ جاننا کتنا بڑا ظلم و کفر ہے یہ محمود حسن کا ایمان ہے۔

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکا ترجمہ کرتے ہیں:۔

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے غلط کہا تھا۔"

(کنز الایمان)

تفسیر مدارک میں ہے کہ قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے

انہیں جو عذاب کے وعدے دیے تھے وہ پورے ہونے والے نہیں اور محمود حسن نے اس کو رسولوں کی جانب منسوب کردیا۔

محمود حسن صاحب کا دین

ڈاکٹر خالد محمود اور تمام دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن نے رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک طویل مرثیہ قلم بند فرمایا جس کے بعض اشعار ان کے دین کا آئینہ دار ہیں۔ رشید احمد گنگوہی کے بارے میں فرماتے ہیں:

ص خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(مرثیہ محمود حسن ص ۹، کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

محمود حسن صاحب رشید احمد گنگوہی کو مربی خلائق فرما رہے ہیں ہم خالد محمود کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ قرآن مجید سے اس کا مطلب نقل کرتے ہیں:

" الحمد للہ رب العٰلمین "

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے۔"

(ترجمہ اشرف علی۔ تاج کمپنی۔ ۶۲)

عالم بمعنی خلق اور خلق کی جمع خلائق مطلب یہ ہوا کہ محمود

حسن کے دین میں رشید احمد گنگوہی رب العلمین ہیں۔ نیز محمود حسن صاحب فرماتے ہیں:

ص مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ محمود حسن۔ ص ۲۲، کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

دیوبندیوں کے شیخ الہند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کرکے بتا رہے ہیں ہمارے آقا گنگوہی وہ ہیں جنھوں نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اے ابن مریم اس مسیحائی کو ملاحظہ فرمائیں آپ نے تو صرف مردے ہی زندہ کئے ہیں یہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر طعن اور فضیلت دینا ہے۔ (معاذاللہ)

نیز لکھتے ہیں:

ص قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرثیہ محمود حسن۔ ص ۱۱۔ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

گنگوہی کے کالے کلوٹے بندے یوسف ثانی ہیں تو گورے اور خوبصورت بندے یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام سے بہتر اور اعلیٰ ہوں گے۔ جس کے بندے (معاذاللہ) یوسف علیہ السلام سے بہتر اور افضل ہوں اس کی شان کا عالم کیا ہوگا۔

نیز فرماتے ہیں:

؎ پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی

(مرثیہ ص ۱۰۔ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

معلوم ہوا کہ محمود حسن کے دین میں گنگوہ کعبہ معظمہ سے افضل و اعلیٰ ہے کہ ذوق عرفان والے کعبہ میں گنگوہ کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

؎ تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ۔ ص ۱۲)

یہ تشبیہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر تشریف لے جانے اور اپنے رب عزوجل سے رب ارنی عرض کرنے سے گویا رشید احمد کی قبر کو طور اور خود کو کلیم سے تشبیہ دے کر ارنی ارنی فرما رہے ہیں تو رشید احمد گنگوہی کو کیا جانا؟

اس قسم کے اشعار مرثیہ گنگوہی میں متعدد موجود صرف بطور نمونہ چند اشعار پر اکتفا کیا گیا یہ دیوبندی دھرم کی خصوصیات ہیں جو ڈاکٹر خالد محمود کے نامدار آقاؤں سے مذکور ہیں۔ اللہ عزوجل شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، رشد و ہدایت کا سبب بنائے آمین۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع
العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم
وصلی اللّٰه تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه
وزینة فرشه سیدنا وسیلتنا ومولنا محمد
واله واصحابه وبارك وسلم ابدا۔

سگ بارگاہ رضا ابوالرضا محمد عبدالوہاب خان القادری الرضوی غفرلہ
چہارشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ ۔ ۵ جون ۱۹۹۶ء

فہرستِ مضامین